ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

1

جنوری 2004ء
ذوالقعدۃ ۱۴۲۴ھ

خاتم النبیین ﷺ اور قادیانی گستاخیاں

"روشن خیالی"

"ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ"

نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

بیاد
مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ
مولانا ظفر علی خانؒ

صدام کی گرفتاری
بش
اور عراق کا مستقبل

- پاکستان کو بتدریج سیکولرازم کی طرف دھکیلا جا رہا ہے، صدر پرویز اس کی راہ ہموار کر رہے ہیں
- اقلیتیں ملک میں کھلے عام اسلام اور پاکستان دشمن کارروائیوں میں مصروف ہیں
- مجلس عمل کی بقاء کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اپنے موقف سے نہ ہٹے

قائد احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
کا روزنامہ "اسلام" کو دیا گیا انٹرویو

اخبار الاحرار

نورِ ہدایت

القرآن

''جولوگ ایمان لائے ہیں۔ اُن کا دوست خدا ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں اُن کے دوست شیطان ہیں کہ اُنہیں روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ اہلِ دوزخ ہیں کہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

(سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۵۷)

الحدیث

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ آدمی ذلیل ہو، خوار ہو، رسوا ہو'' عرض کیا گیا، یارسول اللہ ﷺ! کون؟ آپ نے فرمایا: ''وہ بدنصیب، جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر (اُن کی خدمت اور اُن کا دل خوش کر کے) جنت حاصل نہ کرے۔''

(صحیح مُسلم)

الآثار 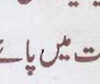

''صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر قائم شدہ معاشرے کے ابتدائی فرد تھے انہیں دعوتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تیار نہیں کیا تھا بلکہ ان کی تربیت میں نگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم شامل تھی۔ جو لوگ ان مقدس ہستیوں پر اعتراض کرتے وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیٹی (خاکم بدہن) کرتے ہیں کہ اللہ کا آخری پیغمبر اپنے رفقاء کو بنانے اور پہچاننے سے قاصر رہا۔ اس طرح وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بالارادہ حملہ آور ہوتے ہیں۔ اگر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کے دل میں قرآن نہ اُتار سکے تو پھر کون رہ جاتا ہے جس کے متعلق یہ کہنا ممکن ہے کہ اس کی بدولت فلاں عہد کے انسانوں نے اپنے تئیں اسلام کے سپرد کیا تھا۔''

(''سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ سوانح و افکار''۔ شورش کاشمیری)

ماہنامہ **نقیبِ ختمِ نبوت** ملتان
REGD.M#32
جلد 15 ○ شمارہ 01 ○ جنوری 2004ء ○ ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ

بیاد: حضرت امیر شریعت سید الاحرار سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حسنِ ترتیب

دل کی بات: اداریہ: "ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ"	مدیر	2
حمد (سہراب جنگ لدھیانوی) نعت (قاری محمد اکرام احرار)		4
دین و دانش: قرآن مجید...... ایک معجزہ	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں	6
// نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ	سید محب اللہ راشدیؒ	8
افکار: "روشن خیالی"	سید عطاء المحسن بخاریؒ	15
// صدام کی گرفتاری، بش اور عراق کا مستقبل	سید یونس الحسنی	17
// دہشت گردی اور امریکی چشمہ	عبدالرشید ارشد	20
// ہمارا مراعات یافتہ طبقہ	پروفیسر خالد شبیر احمد	22
انتخاب: مسز پوجا کا مشورہ	حامد میر	25
انٹرویو: سید عطاء المہیمن بخاری کا روزنامہ "اسلام" کو دیا گیا انٹرویو	زبیر احمد ظہیر	27
عکس تحریر: امام العصر مولانا ابوالکلام آزادؒ ، مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ	ادارہ	30
شخصیات: چودھری افضل حقؒ	شورش کاشمیریؒ	32
// مولانا ظفر علی خانؒ...... ایک جرأت مند قلم کار	محمد رفیق تارڑ	37
// مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات...... ایک قومی سانحہ	مولانا زاہد الراشدی	39
سفرنامہ: اک سفر اچھا رہا	شیخ حبیب الرحمن بٹالوی	42
روشنی: ظلمت سے نور تک (قادیانیوں اور عیسائیوں کا قبولِ اسلام)	الیاس میراں پوری	45
ردِّ قادیانیت: خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور قادیانی گستاخیاں	مولانا محمد مغیرہ	48
گوشۂ نسواں: بچیوں سے باتیں	خیر النساء بہترؒ	50
شاعری: چودھری افضل حقؒ (شورش کاشمیریؒ) اے ارضِ وطن (فیض احمد فیض)		52
// دخترانِ قومِ مسلم (سید کاشف گیلانی) آہنگِ پاک (جعفر بلوچ)		
طنز و مزاح: زبان میری ہے بات اُن کی	عینک فریمی	55
حسنِ انتقاد: تبصرۂ کتب	سید محمد کفیل بخاری، ابوالادیب	56

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

» زیر سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

» مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری

» رفقاء تحریر
چودھری ثناء اللہ بھٹہ
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ
سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ
محمد عمر فاروق

» آرٹ ایڈیٹر
الیاسؒ میراں پوری

» سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد

» زرتعاون سالانہ
اندرون ملک: 150 روپے
بیرون ملک: 1000 روپے
فی شمارہ: 15 روپے

اکاؤنٹ نمبر: 1-5278
یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ چوک مہربان ملتان

» ناشر: سید محمد کفیل بخاری
» طابع: تشکیل نو پرنٹرز
» مقام اشاعت
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
فون: 061-511961

دل کی بات

''ہیں کواکب کچھ' نظر آتے ہیں کچھ!''

19 ردسمبر 2003ء کے تمام قومی اخبارات میں جنرل پرویز مشرف کے ایک انٹرویو کے اہم حصے شائع ہوئے جو انہوں نے ایک برطانوی ٹی وی کو دیا۔

انہوں نے کہا:

''ہم سلامتی کونسل کی قراردادوں کو ایک طرف رکھ کر مسئلہ کشمیر پر لچک دار اور جرأت مندانہ اقدامات کے لیے تیار ہیں۔ بھارت سے مذاکرات کے لیے استصواب رائے کا مطالبہ بھی چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔''

جناب جنرل پرویز مشرف کے اس اہم ترین بیان کے بعد دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ پر ردِّعمل کے طور پر جو تبصرے ہوئے 'وہ تو اپنی جگہ لیکن خود اُن کی اپنی کابینہ کے بعض ارکان نے جو رائے زنی فرمائی ہے' وہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

وزیراعظم جمالی فرماتے ہیں:

''صرف دیرینہ موقف میں لچک پیدا کی ہے' ورنہ اقوامِ متحدہ کی قراردادیں ہی مسئلہ کشمیر کے حل کی بنیادیں ہیں۔''

وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد نے فرمایا:

''قراردادوں میں بعض امور مسئلہ کشمیر کے حل میں رکاوٹ ہیں۔ سمجھوتے میں کوئی حرج نہیں۔''

گورنر پنجاب خالد مقبول نے کہا:

''صدر کی جانب سے عالمی قراردادوں سے دستبرداری کی بات مسئلہ کشمیر کے حل میں مدد دے گی۔ دنیا ہمارا موقف ماننے کو تیار نہیں۔ کسی طرح مذاکرات شروع ہونے چاہئیں۔''

ملاحظہ فرمائیں! یہ مسئلہ کشمیر حل ہو رہا ہے۔ صدر مملکت کچھ ارشاد فرما رہے ہیں، وزیر اعظم اپنی کہہ رہے ہیں۔ وزیر اطلاعات قوم کو نئی اطلاع دے رہے ہیں۔ اور گورنر صاحب اچھوتی تشریح فرمارہے ہیں۔ اس سے زیادہ بھونڈا مذاق 'کشمیری مسلمانوں کے ساتھ اور کیا ہو سکتا ہے؟

جس مؤقف پر بانیٔ پاکستان ڈٹے رہے۔ لیاقت علی خان مُکا دکھا کر شہید ملت ہوئے۔ بھارت سے پاکستان نے تین جنگیں لڑیں اور آدھا ملک گنوا دیا۔ گزشتہ چھپن برسوں میں تمام پاکستانی حکمران واویلا کرتے رہے اور کشمیریوں کے غم میں گھل گھل کر گھائل ہوتے رہے۔ یہی حکمران قوم کو جہادِ کشمیر کا سبق دیتے رہے۔ لڑنے، مرنے، غازی بننے اور رتبۂ شہادت پانے کا شوق و ذوق بیدار کرتے رہے۔ ہزاروں کشمیری اور پاکستانی شہید ہوئے اور نوبت بایں جا رسید کہ...... ہم اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار ہیں۔ بس بھارت ہم سے کسی طرح مذاکرات کر لے۔

اُدھر مسٹر واجپائی ہیں کہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ انہوں نے کہا: ''پاکستان دراندازی کر رہا ہے۔ ہم نے پہلے انکار کیا پھر مان لیا اور کہا کہ کشمیری لڑ رہے ہیں۔ ہم اسے روکنے میں بھارت سے تعاون کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ دراندازی کرنے والے دہشت گرد ہیں۔ ہم نے پہلے انہیں مجاہد کہا۔ پھر دہشت گرد قرار دے کر بھارت کو یقین دلانے لگے کہ ہم دہشت گردی کے خاتمے میں بھارت سے تعاون کریں گے۔ انہوں نے کہا جنگ بند کرو۔ ہم نے کشمیر اور تمام سرحدوں پر سیز فائر کر دیا۔ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ سیاچین سے واپس جاؤ۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

1990ء میں بھارت نے ورکنگ باؤنڈری اور کنٹرول لائن پر باڑ لگانے کا کام شروع کیا۔ ہم تب سے احتجاج کر رہے ہیں اور کام جاری ہے۔ حتیٰ کہ گزشتہ چند مہینوں سے باڑ لگانے کے عمل میں تیزی آ گئی ہے اور سیز فائر کے باوجود تنصیب کا کام جاری ہے۔ ہمارے دفتر خارجہ نے بھارتی سفارتی عہدیدار کو بلا کر احتجاج کیا اور اُسے اقوام متحدہ کی قراردادیں اور پاک بھارت سمجھوتے یاد دلائے، جن کی رو سے ورکنگ باؤنڈری اور کنٹرول لائن کے متنازع علاقوں میں کوئی مستقل تعمیر نہیں ہو سکتی۔

حد ہو گئی! کشمیر پر قراردادوں سے واپسی ہو رہی ہے اور یہاں قراردادیں یاد دلائی جا رہی ہیں۔

اِدھر آئندہ ماہ اسلام آباد میں سارک ممالک کی سربراہ کانفرنس ہو رہی ہے۔ سارک کے سیکرٹری جنرل قمر رحیم نے بھارتی اخبار ''ہندوستان ٹائمز'' کو ایک انٹرویو میں کہا کہ ''پاکستان کو مسئلہ کشمیر سارک کانفرنس کے ایجنڈے میں شامل نہیں کرنے دیں گے۔''

آزاد کشمیر کے صدر سردار محمد انور خان نے پاکستان کی یوٹرن کشمیر پالیسی پر جو اظہارِ خیال فرمایا ہے، اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اب کشمیری بھی ہم سے ناراض ہیں۔

صدر آزاد کشمیر نے فرمایا کہ:

''عام لوگوں کی جانب سے پاکستان کی کشمیر پالیسی پر تنقید اتنی اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن جب سردار عبدالقیوم بھی عدم اعتماد کا اظہار کریں تو یہ بات بہت تشویش ناک ہے، کشمیر کو پس پشت ڈال کر پاک بھارت تعلقات بہتر نہیں ہو سکتے۔''

پاک بھارت تعلقات کی بحالی کی سرگرمیوں میں گزشتہ چھے سات مہینوں سے جو تیزی آئی ہے، وہ مزید تیز ہوتی جا رہی ہے۔ سیاسی رہنماؤں اور پارلیمنٹرینز کے وفود کا تبادلہ، ثقافتی طائفوں اور فلمی اداکاروں کے وفود کی دونوں جانب سے آمد و رفت، سفارتی تعلقات کی بحالی، دوستی بس اور جہازوں کی بحالی اور اب سرحدیں کھولنے کے مطالبات...... کیا یہ سب کچھ کسی طے شدہ کھیل کا حصہ ہے؟ جس کی تکمیل کے لیے مقتدر اپنے اپنے حصے کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کس کے لیے کیا خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور جس کی رفاقتوں، ہم قدم ہونے اور شانہ بشانہ چلنے کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے، جانتے ہو اس کے بعد وہ کیا کرنے گا؟

وہی، جو اُس نے صدام حسین کے ذاتی محافظ اور اس کو گرفتار کرانے والے ''محمد ابراہیم عمر المسلط'' کے ساتھ کیا ہے۔

''سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تجھے''

سہراب جنگ لدھیانوی

حمد باری تعالیٰ

مجھے سُرور ملا ہے تیری ثنا کرکے
سدا قریب ہی پایا تجھے دُعا کرکے

یہ کونپلیں، یہ شگوفے، یہ پھول، برگ وشجر
شگفتہ رہتے ہیں ہر دم تیری ثنا کرکے

بڑا کرم ہے تیرا جو بھی دے دیا مجھ کو
میں دل اُداس کروں کس لئے گلہ کرکے

خدا تو تُو ہی ہے کون و مکان کا مالک
میں شعر کہتا ہوں بس تیرا آسرا کرکے

خطا کا پتلا ہوں اور وقتِ شام ہے مجھ پر
گزار دے میرے ایّام دلرُبا کرکے

تیرے اصول ہیں یکساں یہاں سبھی کے لئے
نجات پائی تھی یونس☆ نے بھی دُعا کرکے

یہ پھول حمد وثنا کے لیے رہیں سہرابؔ
خدا قبول کرے اپنا واسطہ کرکے

☆سیدنا یونس علیہ السلام

قاری محمد اکرام احرار (گوجرانوالہ)

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

سبز گنبد کا سایہ سدا چاہیے
مجھ کو طیبہ کی ٹھنڈی ہوا چاہیے

آنکھ پر نم ہو میری میرے سامنے
روضۂ احمدِ مصطفیٰ چاہیے

بے قراری نے دل کو ستایا بہت
دل کے بیمار کو اب شفا چاہیے

پاک طینت وہاں بستے ہیں کس قدر
کوئی اپنا بھی درد آشنا چاہیے

پیش کرنے کو اپنا عمل کچھ نہیں
بس شفاعت کا ہی آسرا چاہیے

بس مدینے میں موتِ شہادت ملے
یہ بزرگوں کی ہر دَم دعا چاہیے

خاکِ طیبہ میں رُل جائے میرا بدن
روح کو ایسی عمدہ غذا چاہیے

کیڑے طیبہ کے کھائیں یہ اکرامؔ ہو
میری قسمت، مجھے اور کیا چاہیے

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

قرآنِ مجید......ایک معجزہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو معجزات اور شہادتیں عطا فرمائیں اور آپ ﷺ پر قرآن مجید بھی معجزات کے ساتھ نازل کیا۔ قرآن مجید' اللہ تبارک وتعالیٰ کے الفاظ ہیں اور بنی نوع انسان میں سے کوئی شخص بھی قرآن مجید کا مصنف نہیں۔

قرآن مجید کے الفاظ ومعانی کی حفاظت

حقیقی معنیٰ میں قرآن مجید ہی ''کلام اللہ'' ہے۔ اس لئے کہ کلام وہ ہے کہ جس کو متکلم بولے' اس کا تکلم کرے۔ تورات کو الواح پر لکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے سپرد کر دیا گیا۔ تو اسے ''کتاب خداوندی'' تو کہیں گے کلام خداوندی نہیں کہیں گے۔ مجازاً کلام اللہ کہہ سکتے ہیں حقیقی معنوں میں نہیں' انجیل کو حق تعالیٰ نے لکھ کر بھی نہیں دیا تکلم بھی نہیں فرمایا۔ حضرت مسیح علیہ السّلام کے قلب مبارک پر اتارا تو اسے مضمون خداوندی تو کہیں گے' کلام خداوندی نہیں کہیں گے۔ کلام وہی ہے جس سے تکلم ہو' قرآن کریم وہ ہے جس کا اوّل سے لے کر آخر تک حق تعالیٰ نے تکلم فرمایا ہے جبرئیل علیہ السّلام کو سنایا اور جبرئیل نے جناب نبی کریم ﷺ کو سنایا اور اللہ تعالیٰ سے تکلم واقع ہوا۔ کلام وہ ہے جس کو متکلم بولے اور اگر لکھ کر دے دے تو وہ مجازاً کلام ہے۔ اسی طرح دل میں کوئی چیز ڈال دے وہ مجازاً کلام کہلائے گا ایک مضمون کہیں گے ایک کو کتاب کہیں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا کہ جب حق تعالیٰ قرآن کریم کا تکلم فرماتے تو اس کی عظمت سے ملائکہ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوش میں رہتے تھے کہ اگرچہ بے خود سے وہ بھی ہو جاتے تھے۔ ملائکہ جب ہوش میں آتے تو ان سے پوچھتے **مَا ذَا قَالَ رَبُّنَا** اب ہمارے پروردگار نے کیا فرمایا تو وہ فرماتے **قَالَ الْحَقُّ وَ هُوَالْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ** حق فرمایا اور وہی بلند وبالا ہے اور عظمت والی ذات ہے۔ حق تعالیٰ نے ہر ہر آیت کا تکلم کیا ہے اس وجہ سے کلام اللہ اسے ہی کہتے ہیں کہ الفاظ بھی اللہ ہی کی جانب سے آئے ہوں اور معانی بھی اللہ ہی کی جانب سے آئے ہوں ہم نہ الفاظ میں موجد ہیں اور نہ ہی معانی ومطالب میں' حضور ﷺ بھی موجد نہیں ہیں۔ آپ ﷺ الفاظ قرآن کے ناقل ہیں اسی طرح سے معانی کے اندر حضور ﷺ ناقل ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب مبارک پر جو معانی ڈال دیئے ہیں انہیں کو آپ نے امت کے سامنے پیش فرمایا تو آپ ﷺ الفاظ میں بھی امین ہیں اور معانی میں بھی امین ہیں' مدعی نہیں' بلکہ امانت کے ساتھ ناقل ہیں۔ تو امانتِ کاملہ کے ساتھ الفاظ الٰہی بھی آپ نے پہنچا دیئے اور معانی خداوندی بھی آپ ﷺ نے پہنچا دیئے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ جب وحی نازل ہوئی تو ابتداء میں آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ بار بار اس کو پڑھتے تاکہ بھول نہ جائیں حق تعالیٰ نے فرمایا **لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ** (۱) زبان کو حرکت نہ دیں جلدی

نہ کریں یہی تو خطرہ ہے کہ آپ بھول جائیں گے فرمایا اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَه، و قُرْآنَه، (۲) ہمارے ذمہ ہے کہ آپ کے سینے میں بھی جمع کر دیں اور آپ سے پڑھوا بھی دیں آپ اس کا فکر نہ کریں۔ جمع کرنا، محفوظ کرنا، پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ حق تعالیٰ نے وہ ذمہ پورا فرمایا' یہ الفاظ کا ذکر ہے' اس لئے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فرمایا ہے۔ قرات لفظوں کی ہوتی ہے معنی کی نہیں ہوتی' معنی کی تفہیم کی جاتی ہے۔ فَاِ ذَاقَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰ نَه، (۳) آپ ﷺ کی زبان سے پڑھوا بھی دیں گے تو یہاں الفاظ کی حفاظت کی گارنٹی دی۔ معلوم ہوا کہ الفاظ خداوندی محفوظ ہیں ان میں کوئی ردّ و بدل ممکن نہیں (۴)

حقیقتاً قرآن مجید ایک معجزہ ہے اور معجزے کے معنی یہی ہیں کہ تمام دنیا عاجز آ جائے مگر اس جیسی چیز نہ لا سکے تو کلام اللہ ایسا معجزہ ہے کہ دنیا نے اس کے آگے سپر ڈال دی ہے اور اس لاثانی کا ثانی نہیں لا سکی، تو قرآن مجید کلام خداوندی ہے جب بندہ کا کلام زبان سے نکل کر نہیں مٹ سکتا وہ برقرار ہے۔ جب قرآن مجید باقی رہے گا تو اس کی حفاظت بھی طبعی اور قدرتی امر ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَه، لَحَافِظُوْ نَ (۵) ہم نے ہی یہ کلام اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں تو یہ محفوظ رہنے والی چیز ہے کبھی مٹنے والی نہیں ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ

مفسرین نے کتب تفاسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السّلام دونوں ایک گاؤں میں پہنچے اور ان سے کھانا طلب کیا تو قرآن مجید اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ فَاَبَوْ اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمَا (۶) ان گاؤں والوں نے ان کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اس گاؤں کا نام انطا کیہ تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انطا کیہ کے رہنے والوں نے سوچا کہ ہمارے آباؤ اجداد تو قیامت تک کے لئے بدنام ہو جائیں گے کیوں کہ ان کے انکار کا قرآن مجید میں ذکر آ گیا ہے۔ اس خیال سے وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا حضرت! اس آیت میں ''فابوا'' میں ''ب'' کی جگہ ''ت'' کر دیں تا کہ آیت اس طرح ہو جائے فاتوا ان یضیفو ھما یعنی گاؤں والے ان کی ضیافت پر آمادہ ہو گئے۔ ''ابوا'' جگہ ''اتوا'' ہو جائے معنی بالکل بدل جاتا ہے ابو کا معنی ہے کہ انہوں نے انکار کر دیا اتوا کا معنی ہے کہ وہ راضی ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا کہ یہ اللہ بزرگ و برتر کا کلام ہے۔ اور ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے پاک ہے۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ (۷)

اگر قرآن مجید میں تحریف کا ذرا سا بھی امکان ہوتا تو انطا کیہ والوں نے آج تک کم از کم اس آیت میں فابوا کی جگہ فاتوا کر ہی دیا ہوتا مگر ایسا ہونا ناممکن ہے کہ قرآن مجید کا ایک نقطہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے۔ جس کتاب کے ایک نقطہ کو بھی ہٹانا ناممکن ہے تو اس میں تحریف کا امکان کیسے ہو سکتا ہے۔

---

(۱) القرآن: سورۃ القیامۃ آیت ۶ (۲) القرآن: سورۃ القیامۃ آیت ۱۷ (۳) القرآن: سورۃ القیامۃ آیت ۱۴

(۴) خطبات حکیم الاسلام از قاری محمد طیب قاسمی ج ۱ ص ۱۲۳ (۵) القرآن: سورۃ الحجرات آیت ۹

(۶) القرآن: سورۃ الکھف آیت ۷۷ (۷) تفسیر روح البیان صفحہ ۸۰۷ ج ۲

سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ
(پیر آف جھنڈا شریف' سندھ)

نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

پیر آف جھنڈا شریف' سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ سندھ کے معروف اہل حدیث عالم تھے۔ چند سال قبل اُن کا انتقال ہوا۔ اُن کا یہ مضمون کئی سال پہلے لاہور سے شائع ہونے والے اہل حدیث مسلک کے ترجمان' ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں شائع ہوا۔ پھر ''نقیبِ ختم نبوت'' نے اسے شائع کیا اور بعد میں جمعیت غرباء اہل حدیث نے اسے پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا۔ مضمون کی اہمیت کے پیش نظر اسے مکرّر شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ننگے سر نماز ہو جانے کے بارے میں دو آراء ہو ہی نہیں سکتیں۔ یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔

احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر پر یا تو عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں ہوتی تھیں۔ راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج وعمرہ کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت ﷺ ننگے سر گھومتے پھرتے تھے یا کبھی سر مبارک بغیر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آکر عمامہ وغیرہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی۔ کسی محترم دوست کی نظر میں ایسی کوئی حدیث ہو تو ہمیں ضرور مستفید کیا جائے۔

ذیل میں چند احادیث لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت عمرو بن اُمیہ الضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَسَحَ عَلٰی عِمَامَتِہٖ وَخُفَّیْہِ

ترجمہ: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے تھے۔'' (صحیح البخاری مع فتح الباری جلد ا صفحہ ۳۰۸)

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے ضرور اسی عمامہ سے نماز پڑھی ہوگی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ عمامہ پر مسح تو کیا ہو لیکن جس پر مسح کیا اس کو اتار کر نماز پڑھی ہو۔ یہ حدیث حضر وسفر دونوں کو شامل ہے۔

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نمازِ فجر سے پہلے قضاء حاجت کے لئے نکلے۔ قضاء حاجت کی' پھر لوٹے' (پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پانی ڈالا اور آپ ﷺ نے وضو کیا۔ پھر اس میں یہ الفاظ ہیں:

ثُمَّ مَسَحَ بِنَا صِیَتِہٖ وَعَلَی العِمَامَۃِ. الخ

ترجمہ: پھر اپنی پیشانی مبارک اور عمامہ پر مسح کیا۔ (صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۶۱)

۳۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَ عَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ اَرْخیٰ بَیْنَ کَتِفَیْہِ.

ترجمہ: گویا میں آنحضرت ﷺ کو دیکھ رہا ہوں ان کے سر پر کالی پگڑی تھی جس کا ایک ٹکڑا پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیا تھا
(صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۷۳)

۴۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃ سَوْدَاءُ بِغَیْرِ اِحْرَامٍ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ فتحِ مکہ کے دن بغیر احرام کے مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ (کے سر مبارک) پر کالی پگڑی تھی ۔
(صحیح مسلم)

بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث سے معارض ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر مغفر (خود) تھا

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے پہلے جب نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر مبارک پر خود تھا پھر اس کو اتار لیا (جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے) اس کے بعد عمامہ پہن لیا۔ اس طرح ہر کسی نے جو دیکھا وہ بیان کر دیا۔اس کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّہٗ خَطَبَ النَّاسَ وَ عَلَیْہِ عِمَامَۃ سَوْدَاءُ

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

یہ خطبہ کعبہ کے دروازہ کے نزدیک دیا گیا تھا۔ یہ دخول کے تمام ہونے کے بعد ہوا۔بعض علماء نے ان دونوں روایتوں کو اس طرح بھی جمع کیا ہے کہ یہ کالا عمامہ خود کے اوپر یا خود کے نیچے بندھا ہوا تھا تا کہ نبی ﷺ خود کے لوہے سے اپنے سر مبارک کو محفوظ رکھیں۔ (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۶۱-۶۲)

۵۔حضرت عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کَانَ رَسُوْ لَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِذَااعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَہٗ بَیْنَ کَتِفَیْہِ .

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب بھی عمامہ باندھتے تو پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان اس کا ٹکڑا چھوڑ دیتے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔(مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)

۶۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عَمَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَسَدَ لَھَا بَیْنَ یَدَیَّ وَ مِنْ خَلْفِیْ .

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے پگڑی باندھی اور میرے سامنے اور میرے پیچھے اسکا تھوڑا سا ٹکڑا چھوڑ دیا۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ابی داؤد جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)

۷۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقُوْلُ اَلشُّھَدَاءُ اَرْبَعَۃ رَجُل مُؤْمِن جَیِّدُ الْاِیْمَانِ اَتَی الْعَدُوَّ

فَصَدَ قَ اللّٰہَ حَتّٰی قُتِلَ فَذَالِکَ الَّذِیْ یَرْفَعُ النَّاسُ اَعْیُنَھُمْ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ھٰکَذَا وَرَفَعَ رَأْسَہٗ حَتّٰی وَقَعَتْ قَلَنْسُوَۃ فَلَا اَدْرِیْ قَلَنْسُوَۃُ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَۃُ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ۔

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ شہداء چار ہیں۔ان میں سے ایک وہ آدمی ہے جو عمدہ ایمان والا ہے۔ وہ دشمن کی طرف آیا تو اس نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ (کے اجروثواب) کی تصدیق کی (لڑتا رہا) حتیٰ کہ وہ قتل ہوگیا تو یہ وہ شخص ہے جس کی طرف قیامت کے دن لوگ اپنی آنکھیں اٹھائیں گے۔اس طرح اپنا سر اٹھایا۔حتیٰ کہ ٹوپی گرگئی۔(راوی کہتا ہے) مجھے معلوم نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس ٹوپی کے گرنے سے مراد اپنی ٹوپی گرنے کا کہا یا نبی ﷺ کی ٹوپی گرنے کا۔ (جامع ترمذی)

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن درجے کی کہا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا نبی ﷺ اس وقت ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

۸۔ابوالشیخ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ذکر کی ہے:

''اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَلْبَسُ فِی السَّفَرِ ذَوَاتِ الْآذَانِ وَ فِی الْحَضَرِ اَلْمُضَرَّیَعْنِیْ الشَّامِیَۃَ''

قَالَ الْعِرَاقِیُّ وَھُوَ اَجْوَدُ الْاَسْنَادِ فِی الْقَلَانِسْ.

ترجمہ: آنحضرت ﷺ سفر میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں مضمر یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے۔

عراقیؒ کہتے ہیں کہ ٹوپیوں کے بارے میں یہ حدیث بہت عمدہ اسناد والی ہے۔

۹۔مصنف ابن ابی شیبہ میں اور مصنف عبدالرزاق میں اس کے مانند امام حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے:

''اَنَّ اَصْحَابَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَانُوْا یَسْجُدُوْنَ وَ اَیْدِیْھِمْ فِیْ قَلَنْسُوَتِہٖ وَعِمَامَتِہٖ.''

ترجمہ: نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں سجدہ اس حال میں کرتے کہ اُن کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور اُن میں سے کوئی آدمی اپنی ٹوپی اور پگڑی پر سجدہ کرتا تھا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں ٹوپیاں یا پگڑیاں باندھے ہوتے تھے۔

۱۰۔امام بخاری رحمہ اللہ علیہ اپنی صحیح کے کتاب اللّباس میں باب ''البرانس'' کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث لائے ہیں:

''اَنَّ رَجُلاً یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَایَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّیَابِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَا تَلْبَسُوْا لْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَاالسَّرَا وِیْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَاالْخِفَافَ''

ترجمہ: ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! محرم کونسے کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: نہ قمیص پہنے، نہ پگڑیاں باندھے، نہ شلواریں پہنے، نہ برانس پہنے اور نہ ہی موزے پہنے۔(فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۲۷۱-۲۷۲)

(برانس، برنس کی جمع ہے۔یہ ایک قسم کی ٹوپی ہے)

امام بخاریؒ نے اس کے بعد جلد ۱ صفحہ ۲۷۳ پر باب ''العمائم'' منعقد فرما کر اس کے تحت بھی یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی لائے ہیں۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں لوگ ٹوپیاں اور پگڑیاں اکثر وپیشتر پہنے رہتے تھے ۔ ورنہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اکثر و بیشتر چلتے پھرتے یا نماز ادا کرتے ہوئے ننگے سر رہنا ہی معمول ہوتا تو خاص طور پر ان چیزوں کی ممانعت (احرام کی حالت میں) بیان نہ کی جاتی جیسا کہ عورتیں اجانب (غیروں) کے سامنے نقاب اوڑھے ہی رہتی ہیں حالانکہ احرام کی حالت میں ان کے لئے حکم ہے کہ وہ منہ پر نقاب نہ ڈالیں الا یہ کہ کوئی اجنبی سامنے آ گیا تو چادر کا پلو منہ پر ڈال لیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر محدّثین جنہوں نے کتاب اللّباس کے تحت ان احادیث کو ذکر کیا ہے تو اس سے ان کا مقصد ان باتوں میں اقتداء واتباع تھا ورنہ ان باتوں کے ذکر سے کیا فائدہ۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْ لِ اللهِ اُسْوَة حَسَنَة

ترجمہ: تمہارے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ﷺ (کی ذاتِ مقدسہ) میں بہترین نمونہ ہے۔

یہ ارشاد عبادات وغیرہا سب کو شامل ہے۔ ہوسکتا ہے ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نعیم صاحب طعام وشراب اور لباس کے متعلق یہ رائے رکھتے ہوں کہ ان میں سے جن اشیاء یا امور کے متعلق کوئی امر یا رغبت دلانے والا صیغہ وارد نہیں ہوا وہ مندوب ومستحب نہیں۔

لیکن راقم الحروف ان سے اتفاق نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ اگر یہ آنحضرت ﷺ کا پسندیدہ معمول نہ ہوتا تو جس طرح سر پر عمامہ یا ٹوپی کا ثبوت مل رہا ہے۔ اس طرح ننگے سر چلتے پھرتے رہنے یا ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق بھی روایات ضرور مل جاتیں لیکن اس قسم کی ایک روایت بھی میرے علم میں نہیں آئی۔ جب سر ڈھانپے رکھنا آنحضرت ﷺ کا پسندیدہ معمول ہوا تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہوگا۔ لہٰذا استحباب یا ندبیت کا انکار مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو یہ حال تھا کہ لباس وطعام میں سے جو چیز نبی ﷺ کو پسند ہوتی تو وہی چیز وہ خود اپنے لئے بھی پسند کرتے تھے۔

صحیح بخاری کے کتاب اللّباس میں ''بابُ النِّعال السِّبتِیہ وغَیر ھا'' کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ عبید بن جیرؒ سے روایت لائے ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ میں تم ہی کو وہ کرتے دیکھتا ہوں۔ تمہارے دوسرے اصحاب ان پر عمل نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک چیز یہ ذکر کی کہ آپ ''سِبْتِیہ نِعال'' (بغیر بالوں کے جوتا) ہی پہنتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا:

''اَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَةُ فَاِنِّي رَاَيْتُ رَسُوْ لَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَعْر وَيَتَوَضَّاءُ فَاَنَااُحِبُّ اَنَّ اَلْبَسَهَا''

ترجمہ: ''سبتیہ نعال'' یعنی بغیر بالوں کے جوتے تمہارے سوال کے متعلق کا جواب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ جوتے وہی پہنتے تھے جن میں بال نہ ہوتے اور ان ہی میں وضو بھی کرتے تھے۔ لہذا میں بھی پسند کرتا ہوں کہ ایسے ہی جوتے پہنا کروں۔

(فتح الباری جلد ا صفحہ ۳۰۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا سُنّت کے اتباع میں جو مقام ہے وہ کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح کے ''کتابُ الأطْعِمَۃ'' میں بابُ ''الدّباء'' کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ

عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں:

''اَنَّ رَسُوْ لَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی مَوْ لًا لَّہٗ خَیَّاط فَاَتٰی بِدُبَّاءٍ فَجَعَلَ یَاْکُلُہٗ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّہٗ مُنْذُرَاَیْتُ رَسُوْ لَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُہٗ.''

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اپنے ایک درزی غلام کے ہاں تشریف لائے۔ پھر وہ آپ کے لئے کدّو لے آیا۔ پھر آپ اس کو کھانے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے رسول ﷺ کو کدّو کھاتے دیکھا تب سے میں اسے پسند کرتا ہوں۔

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی ﷺ کی مرغوب اشیاء کو پسند کرنا باعث اجر وثواب نہ تھا؟

اگر تھا تو یہی نُدب واستحباب کی علامت ہے۔ اس لئے سرڈھانپ کر چلنے پھرنے یا نماز وغیرہ پڑھنے کو پسندیدہ قرار نہ دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم نے بڑے بڑے علماء فضلاء کو دیکھا کہ وہ اکثر وبیشتر سرڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ یہ آج کل نئی نسل نے خصوصاً اہلِ حدیث جماعت کے افراد نے ننگے سر نماز پڑھنے کا جو معمول بنا رکھا ہے' اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جا سکتا ہے' مسنون نہیں یا کسی چیز کے جائز ہونے کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہے کہ مندوبات ومستحبات کو بالکل ترک کر دیا جائے۔

جواز کے اظہار کے لئے کبھی کبھار اتفاقاً بھی ننگے سر رہنے پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن آج کل کے معمول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کتبِ احادیث میں جو مندوبات ومستحبات' سنن ونوافل کے ابواب موجود ہیں' یہ سراسر فضول ہیں اور ہمیں صرف جواز اور رخص پر ہی عمل کرنا ہے۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے بعض پرجوش اہلِ حدیث حضرات کی طرف سے بعض متشدّد حنفیوں کی باتوں کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز کا اس طرح جواب دیا جا رہا ہے۔

یہ بات افہام وتفہیم سے بھی ہو سکتی ہے' انہیں معقول دلائل پیش کئے جائیں اور اگر وہ پھر بھی اسی پر جمے رہیں اور حق کی طرف نہ آئیں تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کے لئے ہم مستحبات کا خاتمہ ہی کر دیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو دائمی معمول بنالیں پھر اگر یہی مقصود ہے تو گھر سے ہی ننگے سر آئیں اور نماز پڑھ لیں۔ لیکن یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ گھر سے تو سر پر ٹوپی وغیرہ رکھ کر آتے ہیں لیکن مسجد میں داخل ہو کر سر سے ٹوپی وغیرہ اتار کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں اور نماز شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے مولانا نعیم الحق کی تحریر کے مطابق ننگے سر نماز پڑھنے کا جواز تو ضرور معلوم ہو جاتا ہے لیکن اس سے جو بڑی غلط فہمی عوام میں پھیل جاتی ہے اور واقعی پھیل رہی ہے تو اس کی جانب بھی توجّہ مبذول کرنا اشد ضروری ہے۔ اب عوام میں یہ غلط فہمی پھیلتی جاتی ہے کہ گھر سے ٹوپی وغیرہ سر پر رکھ کر آنا چاہیے لیکن مسجد میں آ کر اس کو اُتار دینا چاہیے اور ننگے سر ہی نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ یہی سُنت رسول ﷺ اور اہلِ حدیث جماعت کے بہت سے افراد کا اس پر عمل ہے۔

اب آپ ہی سوچیں کہ یہ کتنی بڑی غلطی ہے اور یہ محض ہم اہل حدیثوں کے طرزِ عمل سے ہی پیدا ہو رہی ہے۔ حالانکہ صحیح تو کجا مجھے تو ایسی ضعیف حدیث بھی نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ نبی ﷺ گھر سے تو اس حال میں نکلے کہ سر پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آتے ہی اس کو اُتار لیا اور ننگے سر نماز پڑھی۔ پھر اس طرح اس کو دائمی ومستمرہ معمولات میں سے بنانے کی وجہ سے لوگوں کو کیا یہ خیال نہ گزرتا ہوگا کہ یہی نبی ﷺ کی سُنّت ہے؟ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے بھی کیا یہ اہم وپسندیدہ بات نہیں کہ اکثر وبیشتر سر کو ڈھانپے

رکھا جائے خواہ نماز میں خواہ اس سے باہر تا کہ یہ غلطی رفع ہو جائے ۔ ننگے سر نماز پڑھنے والے اس دلیل کے طور پر ایک روایت ذکر کرتے ہیں جسے ابوالشیخ الاصبہانی نے اپنی کتاب ''اخلاق النبی ﷺ'' کے صفحہ ۱۱۵ میں ذکر کیا ہے جو سنداً تو بالکل ضعیف ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب اس روایت کو لے کر میرا معارضہ یا تعاقب شروع کر دے۔ اس لئے حفظ ما تقدم کے طور پر یہ روایت مع سند و متن اور اس کی سند پر کلام کے ساتھ پیش کر رہا ہوں تا کہ کوئی صاحب اس کو لے کر میدان میں نہ آ جائیں۔ روایت یہ ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عِمْرَانَ بْنِ جُنَيْدٍ نَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى الْمُقَانِعِيُّ وَسُلَيْمَانُ ابْنُ دَاوٗدَ السَّلَّالُ' نَا بِشْرُبْنُ يَحْيى الْمَرْوَزِيُّ ' نَا مُسْلِمُ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الْعَرْزَمِيْ عَنْ عَطَاءٍ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ قَلَانِسَ قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَاءُ مُضَرَّبَةٌ وَقَلَنْسُوَةٌ ذَاتُ اٰذَانٍ يَلْبَسُهَا فِي السَّفَرِ وَرُبَّمَا وَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ اِذَا صَلّٰى .

اس روایت میں ابوالشیخ الاصبہانی کے استاذ اور اس کے دو شیوخ احمد بن عیسیٰ المقانعی اور سلیمان بن داوٗد السلال کے حالات ہمارے پاس موجود مصادر و مراجع میں سے کسی میں بھی نہیں۔ آگے چوتھے نمبر پر بشر بن یحییٰ المروزی آتے ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی سوائے الجرح والتّعدیل لابن ابی حاتم کے اور کسی کتاب میں نہیں ہے اور الجرح والتّعدیل میں بھی صرف یہ ہے کہ کان صاحبُ الرّأی۔ یہ الفاظ توثیق و تعدیل کے نہیں ہیں۔ لہذا یہ بھی مجہولُ الحال ہی ہوا۔ پھر مسلم بن سالم کا نمبر آتا ہے۔ یہ بلخی ہیں' متروک اور وَضّاع ہیں۔ جملہ ائمہ محدثین ان کی تضعیف پر متفق ہیں۔ پھر العرزمی ہیں اور غالب ظنّ یقین کے قریب یہ بات ہے کہ یہ محمد بن عبید اللہ ابن ابی سلیمان العرزمی ہیں اور یہ بھی متروک ہیں۔ اس کے بعد عطاء ہیں۔ یہ ابن ابی رباح ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھیں (تقریبُ التہذیب' المیزان واللّسان)

اب ایسی روایت سے جس کی اسناد ''ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ'' کا مصداق ہو' اس سے استناد کوئی جاہل کرے تو کر سکتا ہے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے حدیث کے علم سے نوازا ہے وہ اس سے استدلال کی جرأت نہیں کر سکتا۔

بعض حضرات اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں یہ وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور اس میں ٹوپی وغیرہ بھی داخل ہے یعنی بغیر سر ڈھانپے نماز پڑھی۔

اوّلاً: اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی تنگی تھی اور اتنی فراوانی نہ ہوئی تھی جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مُبارک میں ہم میں سے ہر ایک کے پاس دو تین کپڑے نہ تھے۔ اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ سے کسی نے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟

اس سے جو بات نکھر کر سامنے آ جاتی ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

ثانیاً: میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے جواز کے ثبوت سے اس کا نزلہ یہ حضرات صرف ٹوپی وغیرہ پر ہی کیوں گرانے پر مصر ہیں اگر ننگے سر نماز پڑھنے کے مسنون ہونے کا مدار آپ حضرات ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والی حدیث پر ہی رکھتے ہیں تو بسم اللہ آپ گھر سے ہی کریں کہ ایک کپڑے کے سوا سب کپڑے اُتار کر پھر مسجد آیا کریں اور اس طرح نماز بھی پڑھ لیں۔ یہ اچھی ستم ظریفی ہے کہ گھر سے تو قمیص، شلوار، کوٹ وغیرہ پہن کر آتے ہیں اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد صرف

پگڑی یا ٹوپی اُتار کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔

کیا آپ حضرات کے نزدیک اس کا معنی ومطلب یہ ہے کہ اور تو سب کپڑے پہنے ہونے چاہئیں صرف ٹوپی وغیرہ کو اُتار دیا جائے لیکن یہ مطلب سراسر غلط ہے۔

شاید کچھ لوگ کہنے لگیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا حکم ہے کہ مسجد میں زینت پکڑو یعنی لباس پہنو اور جب آج کپڑوں کی فراوانی ہے تو ہم یہ سارا لباس زیب تن کرتے ہیں لیکن سر کو ننگا رکھتے ہیں۔ لوگوں کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ اگر دوسرے کپڑے زینت میں داخل ہیں تو ٹوپی وغیرہ کو آپ کس دلیل سے اس زمرہ میں سے نکال باہر کر رہے ہیں۔ اوپر صفحات میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ نبیِ اکرم ﷺ کا معمول سر کو ڈھانپنا تھا لہٰذا میں ٹوپی وغیرہ سے سر ڈھانپنے کے زینت ہونے پر اور کیا مضبوط ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے رسول ﷺ کا پسندیدہ معمول اعلیٰ درجہ کی زینت بھی ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاں پسندیدہ بھی۔

بہر حال ان وجوہات کی بناء پر مجھے تو نماز کی حالت میں اور عام حالت میں سر ڈھانپنا ہر حال میں بہتر و اولیٰ اور مستحب و مندوب نظر آتا ہے۔ اگر کسی اہلِ علم نے اس پر تعاقب فرمایا کہ میری اس کاوش کو غیر صحیح ثابت کر دیا اور بات سمجھ میں آ گئی تو ان شاءاللہ تعالیٰ رجوع بھی کر لوں گا۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغِ.

☆☆☆

فطرت کی پکار

''اے عزیزو! آنکھیں بند کر لی جائیں تو خطرات ٹل نہیں جاتے، ہمت ہار کر بیٹھ جاؤ تو کام بن نہیں جاتے۔

دیکھو! فطرت پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے۔ بے خبر قوم کی بربادی یقینی ہے۔ فطرت کی اس پکار کو سننا چاہو تو سن لو عمل کرنا چاہو تو کر لو۔ حُقے پر بیٹھ کر دھواں اُڑانے والی اور بیٹھے بیٹھے بے سود آہیں بھرنے والی قوم کامیابی کے قریب نہیں جا سکتی۔ اگر قدرت کے قانون کی خلاف ورزی میں ہماری خوشی ہے تو پھر اپنی بدنصیبی کا شکوہ کیا؟

از ماست کہ بَر ماست''

مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

(خطبہ صدارت: ''احرار کانفرنس''، قصور۔ یکم دسمبر 1941ء)

ابن امیر شریعت
سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمۃ

''روشن خیالی''

''تم نہیں جانتے' وہ بہت بھلا اور سخی ہے۔ابھی کل کی بات ہے۔دو اور ساتھی میرے ساتھ تھے اور ہم تینوں کا نشہ بھوک نے ہرن کر دیا تھا۔بھوک سے گال پچکے ہوئے ،آنکھیں بلیک ہول بنی کسی سخی کا راستہ دیکھ رہی تھیں کہ اتنے میں وہ آ گیا' جسے تم گالیوں سے نواز رہے تھے۔وہ کون؟ وہی یار،اپنا دانشور،شاعر،ادیب،افسانہ نویس،ویری کلیور مین......خالد' جو دوستوں کا دوست اور جاں نثار ہے۔اس نے ہمیں کھانا کھلایا،پھل کھلایا اور انگور کی بیٹی سے ہماری تواضع کی ،جی بہلایا،ہمیں خوش کیا۔وہ بہت اچھا انسان ہے۔اس کے بس میں جو کچھ ہو' وہ کر گزرتا ہے۔ایک دفعہ میں بہت ٹوٹا ہوا تھا۔مجھے کہنے لگا کیا بات ہے گلزار' آج تمہارا ہنستا کھلا چہرہ چولستان کی طرح خشک ہے۔میں نے بڑی بے تکلفی سے اسے کہا' میں پیار کا بھوکا ہوں۔آج میری بھوک چمک اٹھی ہے۔ایسا بھلا آدمی اب کہاں ملے گا۔اس نے پانچ سو روپے مجھے دیئے اور کہا شاہی مسجد کی اوٹ میں شاہی محلے چلے جاؤ اور اپنی بھوک مٹا آؤ۔پھر واپس آ کر اخبار کا کام جی لگا کر کرنا' دیکھنا میری لاج رکھنا۔''

''ارے! خالد کی بات ہو رہی ہے؟ وہ بڑا الجبیال ہے۔گزشتہ دنوں میں اور خالد' دونوں اکٹھے پی رہے تھے کہ اتنے میں کشور آ گئی۔خالد نے میری حالت بھانپ لی اور مجھے کشور کے ساتھ چھوڑ کر چلا گیا۔جانتے ہو کشور' خالد کی فرسٹ کزن ہے۔یہ بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔یہ وہی ہے جو مشرقیت کی جڑ کاٹ سکتا ہے' جو ملائیت کی گرفت کو توڑ سکتا ہے۔''

''یہ حقیقت ہے۔ابھی گزشتہ مہینے ایک مولوی کے ساتھ ہماری مڈبھیڑ ہو گئی۔سیاسیات پر گفتگو کرتے کرتے مولوی صاحب نے ثقافت،کلچر،تہذیب کے الفاظ استعمال کئے تو خالد کے کان کھڑے ہوئے۔ہولے سے میرے کان میں کہا ''کل کلاں'' میں نے مولوی صاحب کو ثقافت کی میز پر بٹھا دینا ہے۔خالد نے انہیں ''اواری'' چلنے کی دعوت دے دی۔جو مولوی صاحب نے بڑی خوشی اور کھلی باچھوں کے ساتھ قبول فرمائی۔شام کو مولوی صاحب کی کم بختی آئی اور انہوں نے اواری کا رخ کیا۔میں،گلزار ،خالد،نسیم ،فضہ بیٹھے تھے۔ایک کرسی پر مولوی صاحب ڈٹ گئے۔گفتگو شروع ہوئی۔مولوی صاحب چائے کی چسکی بھی لیتے اور ہونٹ پر زبان بھی پھیرتے۔پردہ،حرام،حلال،شراب،سور کا گوشت،آوارگی،نظر بازی،مخلوط محفلیں،عورت کی آزادی،عورت کی پسند،عورت کی خواہشات،اس کی نفسیات،اس کی حسیات،اس کی مابعد الطبیعاتی حالتیں،جنسی جذبہ کی تسکین......غرض تمام موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔فضہ نے کہا مولوی صاحب! میں بھی گستاخی کرنا چاہتی ہوں۔آخر آپ ایک عورت کو حبس دوام میں رکھ کے ہی خوش ہیں' بھلا کیوں؟ مولوی صاحب فضہ کو دیکھتے ہی رہے اور کچھ ایسے کھوئے کہ انہیں جواب کی نہ سوجھی۔اتنے میں سہیل آ گیا۔ہم سب کھڑے ہو گئے مگر مولوی صاحب اپنی کرسی سے چپک کر رہ گئے۔''

یہ الفاظ و تراکیب مشتے نمونہ از خروارے قارئین کی نظر انصاف کی نذر ہیں اور قارئین کرام سے سوال ہے کہ ایسے لوگوں کو

صالحین کہا جائے گا یا فاسقین؟ اور اگر یہ بھی صالح اور معصوم ہیں تو فاجر و خبیث کون ہوتا ہے؟ ہمارے دین نے اعمال کی بنیاد پر ہمیں مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے۔ وہ عورتیں جو اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کریں گی۔ انہیں عابدات، صالحات کے پاکیزہ ناموں سے قرآن میں اور تمام اسلامی لٹریچر میں یاد کیا جاتا ہے۔ معاشرے پر ان کی سیرت کی تصویریں سجائی جاتی ہیں اور ان کی ادائیں اور رویے انسانی سیرتوں کے اصول بنائے جاتے ہیں۔ جو مرد اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپناتے، ان سے اپنی زندگی میں روشنی پیدا کرتے اور اپنے اعمال کو اجالتے ہیں۔ انہیں صالحین اور عابدین کے مبارک ناموں سے ہمیشہ کے لیے یاد رکھا اور ان کی حسین یادوں سے دلوں کو سجایا جاتا ہے۔ قومیں ایسی شخصیات پر فخر کرتی ہیں۔ ایسے افراد جو جھوٹ، سود، شرابِ ناب، بازارِ گناہ اور ناچ گانا کے دلدادہ و خوگر اور نماز روزہ، دینی قدروں کے نہ صرف منکر بلکہ انہیں دھتکارنے والے ہوں۔ انہیں قومی ہیروز نہیں کہا جاتا، انہیں قابلِ فخر یا قابلِ ذکر شخصیات میں شمار نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں قومی مجرم کہا جاتا ہے۔ اب اگر ایسے لوگوں کو ان کی شخصیت کے مطابق ناموں سے پکارا جائے تو انہیں غصہ کیوں آئے؟ وہ غضب ناک کیوں ہوں؟ انہیں اپنے رویوں پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ اپنی بری عادتیں، اپنی ننگی ادائیں، بد بو کے بھبھکوں والی زندگی اور ظاہری چمک والی حیاتِ خبیثہ بدل لینی چاہیے...... اوپر جن چند جملوں میں، میں نے ان نام نہاد دانشوروں کی آوارگی کی معمولی سی جھلک دکھائی ہے۔ اس کا نام روشن خیالی رکھا گیا ہے۔ اگر اسی کا نام ''روشن خیالی'' ہے تو یہ تو تمام حیوانوں، چوپایوں اور درندوں تک میں موجود ہے۔ انسانیت جس مقدس اور پاکیزہ قدر کا نام ہے، وہ کہاں سے ڈھونڈیں؟ نسلِ نو، حیاتِ نو کہاں سے حاصل کرے؟ زندگی کے خوبصورت اور اجلے راستوں پر چلنا کہاں سے سیکھے؟ اور ہم پاکستانیوں کے اعمال دیکھ کر، ہمارے خیالات پڑھ کر، دنیا بھر کے کفار و مشرکین کیسے مسلمان ہوں؟ چمگادڑوں کی ''عقابی نگاہوں'' سے کون گھائل ہو؟

فیض فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش

(۱۴/اکتوبر ۱۹۹۶ء)

ماھانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

☆ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ☆ 26 فروری 2004ء بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی **سید عطاء المہیمن بخاری** دامت برکاتہم

(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم جامعہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان فون: 061-511961

سید یونس الحسنی

صدام کی گرفتاری بش اور عراق کا مستقبل

سابق عراقی صدر صدام حسین اپنے آبائی قصبے تکریت سے گرفتار کر لئے گئے۔ عراقی گورننگ کونسل، برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر، امریکی صدر بش اور امریکی محکمہ دفاع کے ذمہ داران نے ان کی گرفتاری کی تصدیق کر دی ہے۔ عراق میں متعیّن امریکی افواج کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل ریکارڈ وسانچز نے پریس کانفرنس میں جب یہ الفاظ کہے کہ ("LADIES AND GENTLEMEN WE GOT HIM.") ''خواتین وحضرات ہم نے اُسے پکڑ لیا ہے'' تو ٹی وی پر ساری دنیا نے دیکھا یورپی وامریکی میڈیا نمائندگان کس طرح اُچھل اُچھل کر نعرہ ہائے تحسین وآفرین بلند کر کے تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جو اس امر کا دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ ''ہم دنیا میں غیر جانبدار میڈیا کے نمائندے ہیں''۔ اس پریس کانفرنس نے یورپی وامریکی پریس والیکٹرانک میڈیا کی غیر جانبداری کے ڈھول کا پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ یہ کس قدر نا قابل اعتبار و یقین لوگ ہیں۔ ان کی دوغلی پالیسیاں دراصل اندرونی منافقت اور مسلمانوں سے حد درجہ نفرت کی صحیح عکاس ہیں۔ امریکی وبرطانوی حکومتوں نے سابق عراقی صدر کی گرفتاری کو عراقی عوام کے لئے بڑی خوشخبری قرار دیا۔ جبکہ وہاں اتحادی فوجوں پر حملوں میں شدت آ گئی ہے اور پورے ملک میں صدام حسین کی حمایت میں بڑے بڑے جلوس بھی نکلے ہیں۔ عرب لیگ نے مطالبہ کیا ہے کہ سابق صدر کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق صرف عراقی عوام کو ہے۔ بہر حال اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت ہی کرے گا لیکن یہ بات بجا طور پر کہی جاسکتی ہے کہ صدام کی گرفتاری سے مشرق وسطیٰ میں اینٹی امریکہ جدوجہد کا ایک اہم باب فی الوقت بند ہو گیا ہے۔ یہ بھی ایک خوننابہ افشاں حقیقت ہے کہ دنیا بھر کی مخالفت اور رائے کو روندتے ہوئے امریکہ نے اتحادیوں کے ہمراہ عراق کو جن مفروضہ الزامات کے تحت جارحیت کا نشانہ بنایا ان میں کوئی سچ ثابت نہ ہو سکا۔ البتہ عراقیوں نے سیکڑوں اتحادی وامریکی فوجیوں کو ہلاک کر کے جو راستہ اپنایا ہے اُس نے اتحادیوں کی خوش فہمی کا بھرکس نکال دیا ہے کہ عراقی عوام انہیں پھولوں کے ہار پہنائیں گے۔ دنیا دیکھ رہی ہے صحرائے عرب میں ہر روز اتحادی فوجی لقمۂ اجل بن رہے ہیں دراصل یہ عراقیوں کا مہذب دنیا کے نام پیغام ہے کہ صدام کی گرفتاری ہماری مزاحمت میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ بش نے کہا تھا صدام ٹارگٹ ہے جسے حاصل کرنے کے بعد عراق سے افواج نکال لی جائیں گی اسی بنا پر عرب اقوام نے اپنا مطالبہ دہرایا ہے کہ اب اتحادی افواج واپس چلی جائیں تا کہ اہل عراق اپنی مرضی کا نظام اور حکومت قائم کر سکیں۔ امریکی وبرطانوی عوام میں اپنی حکومتوں کی خون آلود پالیسیوں سے بیزاری کی کیفیات بڑھ رہی ہیں۔ لیکن جنونی بش وبلیئر اس سے کمال بے نیازی ولا پروائی برت رہے ہیں۔ وہ عراق سے انخلا کی بجائے مزید فوجیں بھیجنے کے پروگرام ترتیب دے رہے ہیں تا کہ مزاحمت کچلی جا سکے۔ ہم سمجھتے ہیں صدام کی گرفتاری کے بعد دونوں لیڈروں کا رویہ معقولیت کی حد سے متجاوز اور ہلاکت خیز ہو گیا ہے۔ جس کی ہر قاعدے کے لحاظ سے مذمت کی جاسکتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مقصد پورا

ہونے پر وہ وقت ضائع کئے بغیر عراق سے فوجی موجودگی ختم کر کے وہاں کے مظلوم مگر پرعزم عوام کو اپنے انداز سے ازسرنو تعمیر وطن کا آزادانہ موقع فراہم کرتے مگر ستم ظریفی ہے کہ وہ اپنا قبضہ مستحکم کرنے کی فکر میں غلطاں ہیں۔ یہ حالات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ صدام کی معزولی کے پس پردہ حقائق کچھ اور تھے مثلاً:

1) عراقی تیل پر قبضہ کر کے افغان جنگ کے باعث روبہ زوال معیشت کو قومی سہارا دینا۔

2) ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل کو طاقتور عراق کے خطرے سے محفوظ کرنا۔

3) عربوں کو نصرانی وصیہونی اقوام کے خلاف تیل کا ہتھیار استعمال کرنے سے روکنے کے لیے مشرق وسطیٰ میں اپنی افواج موجود رکھنا۔

4) عرب ممالک کو اسرائیل کے تابع مہمل بنانا۔

یہ ساری حیلہ گری پینٹا گان کے کسی ذمہ دار کی اس پیش گوئی یا منصوبے کی صورت گری کے لیے ہے کہ ''مستقبل میں تیسری عالمی جنگ کا میدان ایشیاء ہوگا۔'' ہمارا پختہ خیال ہے' اگر امریکہ نے اپنے ہمنوا ممالک سے مل کر کوئی ایسا اقدام اٹھایا تو صدام کی گرفتاری کے لیے کیا جانے والا آپریشن سرخ سویرا (RED DAWN) الٹا بھی پڑ سکتا ہے جس سے کئی نئے صدام پیدا ہو کر یہود و نصاریٰ کو اس خطے سے واقعتہً نکال باہر کریں گے کیونکہ آزادی ہر قوم کا بنیادی حق ہے جس پر کوئی سودے بازی یا بے ضمیر سمجھوتہ ناممکن ہے۔

خلیج کی تیزی سے بگڑتی ہوئی صورت حال کے باوجود بش جونیئر کی مکروہ سوچ میں سرمو فرق نہیں آیا۔ امریکی و برطانوی فوجیوں کی روزافزوں ہلاکتوں نے بلیئر و بش کی اندرونِ ملک ساکھ کو بے پناہ نقصان پہنچا کر اس حد تک گرا دیا تھا کہ آئندہ انتخابات میں ان کی شکست یقینی لگ رہی تھی۔ لوگ عراق پر ان کی چڑھائی کو بالکل بے جواز قرار دے رہے تھے۔ اب صدام کی گرفتاری کیش کرانے کے لیے چالبازیوں سے کام لے کر اپنے عوام کو باور کرانے کی کوشش کریں گے کہ:

1) صدام نے حیاتیاتی ہتھیار (Biological Weapons) استعمال کر کے کردوں کی کثیر تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

2) اُس نے چھوٹے سے ہمسایہ ملک' کویت پر اپنی طاقتور فوج کے ذریعے قبضہ کر لیا تھا اور اس کا اگلا نشانہ سعودی عرب تھا۔

3) اُس کی ہوس گیری سے اسرائیل کا وجود معرض خطر میں تھا۔

4) وہ مشرق وسطیٰ میں امریکی موجودگی کا بدترین مخالف تھا' چنانچہ اس کی وجہ سے امریکی سلامتی اور مفادات شدید خطرے میں تھے۔

ان وجوہات کے باعث عراق پر حملہ درست تھا اور اب ہم نے صدام کو گرفتار کر کے امریکہ کو تمام خطرات سے محفوظ کر لیا ہے۔ ہمارا خیال ہے بش اپنے عوام کو صدام کی گرفتاری سے بے وقوف نہیں بنا سکیں گے کیونکہ بیدار مغز امریکی عوام اپنے صدر کی من مانیوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ رہے۔ ان کی خواہش ہے جتنی جلدی ممکن ہو سکے امریکہ کو عراق سے لوٹ جانا چاہیے۔ وہ سمجھتے ہیں دوسروں کی آزادیاں سلب کر کے اپنی سلامتی یقینی نہیں بنائی جاسکتی۔ یوں بھی یہ سچائی سر چڑھ کر بول رہی ہے کہ صدام کی گرفتاری بش

وبلیئر کا مسئلہ تو ہوسکتی ہے۔عراقی عوام کا نہیں، وہ عراق سے اتحادی افواج کا بہرصورت فوری انخلاء چاہتے ہیں۔اس لیے ان کی مزاحمانہ کارروائیوں میں شدت آتی جارہی ہے۔حالات کی بڑھتی ہوئی تلخی کے پیش نظر اتحادیوں نے عراق کے مستقبل کے متعلق کچھ فیصلے کئے ہیں جن پر دنیا کا ردعمل دیکھنے اور جانچنے کے لیے انہیں ایک تجزیاتی رپورٹ کے طور پر ''انٹرنیشنل ہیرالڈٹریبون'' میں لیزلی ایچ جیکب کے نام پر شائع کرایا گیا ہے۔اس رپورٹ کے مطابق عراقی مزاحمت کی کمر توڑنے کے لیے اُسے تین آزاد ریاستوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔مثلاً:

1) شمالی عراق میں کردستان قائم ہوگا۔

2) وسطی عراق پر سُنیوں کی حکومت ہوگی۔

3) جنوبی عراق کو شیعہ آزاد ریاست میں ڈھال دیا جائے گا۔

اس تقسیم کا فوری فائدہ یہ ہوگا کہ امریکہ کرد اور شیعہ ریاستوں میں اپنی فوجی موجودگی حسبِ منشا برقرار رکھ سکے گا۔جہاں سے وہ پورے ایشیاء اور دنیا کے دیگر ممالک پر بوقت ضرورت یا حسب ارادہ حملہ کرنے میں آزاد ہوگا۔اس طرح وہ مثلث نما سُنی ریاست سے اپنی افواج کرد اور شیعہ علاقوں میں منتقل کرکے بے پناہ مصارف سے بچ جائے گا اور تیل کی تنصیبات سے حتی المقدور استفادہ بھی کرسکے گا۔حتیٰ کہ سنی علاقے جہاں مزاحمت زیادہ شدید ہے، وہ قوت لا یموت کے لیے بالآخر امریکہ کو قبول کرلیں گے اور امریکہ اپنی زیرنگرانی ان علاقائی حکومتوں کی کنفیڈریشن تشکیل دے دے گا۔لیزلی نے عراق کے آئندہ دنوں کا جو نقشہ پیش کیا ہے، اس سے اتحاد عالم اسلامی کے داعیوں اور حامیوں کو سخت تکلیف ہوئی ہے لیکن کیا کیجیے؟ تقریباً مسلم ممالک کے حکمرانوں کو یرغمال بنا رکھا ہے اور خود امریکی اشاروں پر رقص کناں ہیں۔شاید صدام کا المیہ بھی یہی ہوگا جس کی وجہ سے بالخصوص عربوں کی سرزمین کا کوئی سا گوشہ بھی آج عافیت پناہ نہیں رہ گیا۔

اے دیکھنے والو! عبرت پکڑو!

☆☆☆

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کی مرکزِ احرار دارِ بنی ہاشم ملتان میں تشریف آوری

پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل، ماہنامہ ''الشریعۃ'' کے مدیر اور روزنامہ ''اسلام'' کے کالم نگار مولانا زاہد الراشدی مدظلہ 17 ردسمبر 2003ء مرکزِ احرار دارِ بنی ہاشم ملتان میں تشریف لائے۔

انہوں نے قائد احرار ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اور ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام، سید محمد کفیل بخاری سے ملکی و عالمی صورت حال، دینی مدارس کے نصاب و نظام تعلیم اور مستقبل میں دینی مدارس کے کردار پر سیر حاصل گفتگو کی۔

(ادارہ)

عبدالرشید ارشد (جوہر آباد)

دہشت گردی اور امریکی چشمہ

مسلم ممالک کے بڑے شہروں میں بم دھماکوں اور خود کش حملوں کا سلسلہ جاری ہے جو ''آہنی ہاتھوں سے نمٹنے'' کے حکومتی دعووں کے باوجود رکنے میں نہیں آتا۔ سرکاری اعلامیے اور ٹی وی سکرین پر لائے گئے حسین چہرے ایسے دہشت گردانہ حملوں کا الزام ''مذہبی انتہا پسندوں'' کے کھاتہ میں ڈال دیتے ہیں اور یہ اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ ایسے اعلامیے تیار کرنے' کروانے والوں اور حسین چہروں کو ٹی وی پر تائیدی بیانات کے لئے لانے والوں کے لئے ساون کے اندھوں کی طرح' بنیاد پرست دہشت گرد پہنچاننے کے لئے مخصوص چشمے مُسلّمہ عالمی دہشت گرد امریکی قیادت نے فراہم کئے ہیں۔ ہر خطے میں دھماکہ مسلمان ''بنیاد پرست'' ہی کرواتے ہیں۔

صدر پرویز مشرف کے قافلے پر پل کے نیچے دھماکہ خیز مواد رکھ کر تباہی کا ''منصوبہ'' بھی ''داخلی مذہبی انتہا پسندی'' کا شاہکار قرار دیا جا رہا ہے۔ بقول شیخ رشید احمد (وفاقی وزیر اطلاعات) یہ بڑی ماہرانہ کارروائی ہے اور اسمیں پانچ بم اکٹھے نصب کئے گئے تھے جو ریموٹ کنٹرول سے چلائے گئے۔ ہم بھی شیخ صاحب کی رائے کی تائید کرتے ہیں کہ بارود کا کھیل ماہرانہ کام ہے کوئی اناڑی اور غیر تربیت یافتہ یہ کام نہیں کرسکتا خصوصاً کنکریٹ کا پل اُڑا کے کسی کی جان لینا۔ ایسے آپریشن اکثر اوقات بم نصب کرنے والوں کی جان بھی لے لیتے ہیں۔

پاکستان کے ہر شہر' ہر قصبے اور ہر دیہہ میں قائم دینی مدارس سرکاری مشینری کے علم میں ہیں۔ ہر تھانیدار کو حدود تھانہ میں موجود دینی مدارس کا علم ہے۔ خصوصا اُس وقت سے' جب سے ''مذہبی انتہا پسندی'' نے سر اُٹھایا ہے۔ کونسا مدرسہ کس فقہی مسلک کا ہے۔ کس طرح کی تعلیم وہاں دی جاتی ہے۔ کس ڈھب کے' کن عمروں کے طلباء زیر تعلیم ہیں۔ اساتذہ کس ڈھب کے لوگ ہیں۔ عام مولوی ہیں یا فوج سے ریٹائرڈ لوگ ہیں؟

کوئی بھی باشعور پاکستانی اپنی حکومت سے یہ پوچھنے کا قانونی اور اخلاقی حق رکھتا ہے کہ آپ کی پولیس' سی آئی ڈی' ایف آئی اے' آئی بی اور آئی ایس آئی نے آج تک کتنے ایسے مدارس دریافت کئے ہیں جن میں باضابطہ دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے؟ کتنے مدارس میں اسلحہ خانے ہیں' بارود سے ضرورت کے مطابق بم بنانے کا سامان ہے؟ کتنے مدارس کے مدرسین بارود سازی کے فن میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں؟ کتنے مدارس میں نشانہ بازی کے لئے فائرنگ رینج ہیں؟ کتنے مدارس کے نصاب میں بم سازی اور فوجی تربیت شامل ہے؟

وہ اپنی حکومت سے یہ بھی پوچھنا چاہیں گے کہ اب تک کتنے شواہد ملے ہیں کہ جامعہ اشرفیہ، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک وغیرہ سے طلباء کی کلاسوں کو فلاں وادی، فلاں صحرا اور جھیل کے کنارے لے جا کر راتوں رات دہشت گردی میں ماہر بنا دیا گیا ہے۔ یقیناً حکومت کی کسی ایجنسی کے پاس ایسی معلومات نہیں ہیں اس لئے کہ عملاً یہ سب کچھ ہے ہی نہیں محض یک طرفہ الزامات ہیں ورنہ حکومت بتائے کہ کن کن مدارس کے اساتذہ، علماء یا طلباء اسلحہ سمگل کر کے' لاتے پکڑے گئے ہیں۔

مسلم ممالک میں دھماکوں سے فائدہ کس کو ہے اور نقصان کس کا ہے۔ یہ ہے حقیقی مسئلہ جسے سمجھنے کے لئے عقل کی معمولی مقدار درکار ہے اور بدقسمتی سے یہ مسلمان حکمرانوں کا مقدر نہیں ہے۔ عیّار عالم کفر' اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر فائنل راؤنڈ

میں ہے ۔ کفر جانتا ہے کہ مسلم اتحاد پر غلبہ ناممکن ہے اس نے ایک طرف Muslims-they only agree to disagree ''نااتفاقی پر اتفاق'' کے ''زریں اصول'' کی چاٹ لگائی ہے تو دوسری طرف ہر ملک میں باہمی ٹکراؤ کا سامان پیدا کرنے کا انتظام کر رکھا ہے اور یہ انتظام ایجنسیوں سے دھماکے کروا کر' بندر کے دودھ پینے اور بالائی ریچھ کے منہ پر لگانے کی طرح' مذہبی دہشت گردی کے کھاتے میں ڈالنے کا ہے۔ جس میں وہ کامیاب ہیں اور مسلم حکمران ناکام۔ مگر اپنی ناکامی کا اعتراف کرنے میں انہیں تامل ہے۔

دھماکہ استنبول کا ہو یا ریاض سعودیہ اور بالی انڈونیشیا کا' ہر جگہ نزلہ ''مذہبی انتہا پسندوں'' پر گرا اور یہی حال پاکستان کا ہے امریکہ و یورپ' اسلام پر ''ضرب شدید'' لگانے کی خاطر ہر حربے سے ہر ملک میں دینی عناصر کو کچل دینا چاہتے ہیں۔ یہ مشکل کام وہ ہر ملک کے ''اپنوں'' سے کروا رہے ہیں اور بڑی ''خوش اسلوبی'' سے حسب خواہش یہ ہو بھی رہا ہے۔ حالیہ اسلام آباد کا بم دھماکہ اسی منصوبے کی کڑی ہے جس کے پیچھے گہری سوچ ہے اور دوہرا فائدہ ہے۔

پہلا فائدہ تو عالمی دہشت گردی کے خلاف امریکی مہم میں ''خشوع اور خضوع'' سے حصہ ڈالنے کا ہے اور دوسرا متحدہ مجلس عمل کی ڈیڈ لائن کے بعد متوقع ملک گیر ملک بچاؤ تحریک کی راہ روکنا اور سرکاری دہشت گردی کا جواز پیدا کرنا ہے ۔ پل پر دھماکہ یقیناً مہارت کا ثبوت ہے کہ سارا پل بھی تباہ نہ ہو محض ایک حصہ کو نقصان پہنچے اور مقصد بھی حل ہو جائے۔ کیا یہ مہارت اور یہ سوچ کسی دینی مدرسے کی ہو سکتی ہے؟ یہ مہارت اور منصوبہ بندی ایسی ایجنسی کی ہے' جسے صدر کی آمد کے پروگرام کی تفصیلات کا بھی علم تھا اور جسے ڈائنامیٹ لگانے کا فن بھی آتا تھا۔ انگلی رکھ کر بتایئے کہ کس مدرسہ کے معلمین وطلباء کی صدر کے پروگرام تک رسائی ہے۔ اور کون ڈائنامیٹ لگانے کے فن میں ماہر ہے۔ یہ ان غیر ملکی پاکستان دشمن ایجنسیوں کی کارروائی ہو سکتی ہے' جن کے ایجنٹ سرکاری مشینری کا حصہ ہیں اور اندر کے فیصلے باہر آنے سے پہلے ان تک پہنچ جاتے ہیں۔ داخلی دہشت گروں کو الزام دے کر اپنے ضمیر کو عذاب میں مبتلا نہ کیجیے کہ وہ اگر جاگ گیا تو آپ کو عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

عقلمند کہتے ہیں کہ: ''آپ کچھ لوگوں کو ہمیشہ کے لئے بے وقوف بنا سکتے ہیں، سب لوگوں کو کچھ وقت کے لئے بے وقوف بنا سکتے ہیں مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ سب کو ہمیشہ کے لئے بیوقوف بنائے رکھیں''۔ لہٰذا اپنی اداؤں پہ غور کریں کہ ابھی وقت ہے۔ وقت نکل گیا تو یہی امریکہ آپ کو دوسرا صدام بھی بنا سکتا ہے۔

عمر فاروق ہارڈ ویئر اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل

گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462483

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

ہمارا مراعات یافتہ طبقہ

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا اور یہ بات بھی واضح ہے کہ پچھلے چھپن برسوں سے ایک تسلسل کے ساتھ پاکستان کے مسلمان، اپنے حکمرانوں سے نفاذِ اسلام کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لیکن کوئی دَر وانہیں ہوتا، کوئی اُمید نظر نہیں آتی۔ اور کہیں اس کی شنوائی نہیں ہوتی۔ روز بروز صورت حال مکمل بے دینی کی شکل اختیار کرتی چلی جاتی ہے۔ دینی اقدار معاشرے کے اندر رُو بہ زوال ہیں۔ اور بے دینی مختلف انداز اور مختلف صورتوں میں پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لئے دندناتی نظر آتی ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس سانحہ جانکاہ کی ایک بنیادی وجہ خود ہماری ہی دینی جماعتوں کا وہ سیاسی کردار ہے جس نے ہمیشہ دانستہ یا نادانستہ طور پر ملک کے اندر اُن سیاسی طاقتوں کے ہاتھ مضبوط کئے جو اس ملک میں اسلام کو کسی بھی صورت نہیں دیکھنا چاہتے۔ جن کی عیش و عشرت اور حرام کاری کا دارو مدار اسی نظمِ حکومت اور نظمِ سیاست و معیشت پر ہے جسے ہم دینی کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی یہ جمہوری ہے۔ یہ نظامِ حکومت ایک ملغوبہ ہے جسے ہمارے معاشرے کے ''مراعات یافتہ طبقے'' نے اپنی عیش و عشرت کے لئے بالجبر اختیار کر رکھا ہے۔ انہیں صرف اپنے حلوے مانڈے سے سروکار ہے اور وہ انہیں جس خوبصورتی اور آسانی کے ساتھ اس موجودہ نظامِ حکومت میں میّسر ہے وہ کسی بھی باضابطہ نظامِ حکومت میں انہیں نہیں مل سکتا۔ یہ ''مراعات یافتہ طبقہ'' اس ملک کے اندر اس قدر مضبوط و مستحکم ہے کہ فوج اپنی تمام تر طاقت کے باوجود اس طبقے کو ختم کرنے میں نہ صرف ناکام رہی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے وہ خود اسی ''مراعات یافتہ طبقے'' کا ایک مؤثر حصہ بن گئی ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ بلکہ اس سے بھی آگے ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ سیاست میں فوجی مداخلت، فوج کے طالع آزما ''جرنلز'' اس لئے بھی کرتے چلے آئے ہیں کہ وہ اسی ''مراعات یافتہ طبقے'' کا حصہ بننا چاہتے تھے۔ اس وقت آپ خود مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے ملک کے اندر کرنل سے لے کر جنرل تک اُس ''مراعات یافتہ طبقے'' کا ایک مؤثر اور مضبوط عنصر ہیں جس کے چنگل میں چودہ کروڑ پاکستانیوں کی جان پھنسی ہوئی ہے۔ اُن جرنیلوں کی اولاد آج ہمارے ''مراعات یافتہ طبقے'' کے اراکین میں شمار ہوتی ہے جو کبھی یہ کہہ کر حکمرانی کے تخت پر براجمان ہوئے تھے کہ سیاست دانوں نے ملک کو مذاق بنا رکھا ہے۔ لیکن یہ حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ اُن کی اولاد کروڑوں میں کھیل رہی ہے۔ کوئی وزیر ہے تو کوئی وزیر بننے کا خواہشمند، کوئی اسمبلی اور سینٹ کے اندر چھپھار رہا ہے تو کوئی سفارت کاری کے مزے لُوٹ رہا ہے۔ کتنے فی صد اعلیٰ فوجی افسران فوج سے ریٹائر ہو کر بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ کتنے فوجی اعلیٰ افسران ریٹائر ہونے کے بعد زمینوں کے مالک بن گئے ہیں۔ میں نے اے۔ آر۔ وائی پر وہ مذاکرہ اپنے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جو جنرل شوکت سلطان اور ڈاکٹر شاہد کے درمیان ہوا۔ خود جنرل شوکت سلطان صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ صرف ملک کی وافر اور غیر زرعی سرکاری زمین ہی فوجیوں کو ملتی ہے۔ جس کے لئے باقاعدہ ایک ضابطہ ہے۔ وہ بیان کر رہے تھے کہ اگر غیر زرعی اور بنجر زمین کسی اعلیٰ فوجی افسر کو ریٹائر منٹ کے بعد مل جاتی ہے۔ جسے وہ اپنی محنت اور اپنی صلاحیت سے زرعی زمین میں تبدیل کر کے ملک کی زرعی پیداوار کو بڑھانے کا ذریعہ بنتا ہے تو اس پر کسی کو کیا اعتراض ہے اور اگر اعتراض ہے تو اس اعتراض کا کیا جواز ہے؟ جنرل صاحب کا سوال بظاہر تو درست ہے لیکن میرا سوال یہ ہے کہ ملک کی یہ سرکاری اور بنجر زمین صرف کسی ریٹائرڈ اعلیٰ فوجی افسر کو ہی کیوں ملتی ہے؟ کسی سکول ٹیچر، کسی کالج کے پروفیسر،

کسی کسان اور مزدور کے ریٹائرڈ بیٹے کو کیوں نہیں ملتی۔ آخر یہ تخصیص صرف فوج کے اعلیٰ افسران تک ہی محدود کیوں ہے؟

آج صورت حال یہ ہے کہ فوجی اور غیر فوجی سیاست دان دونوں اُسی ایک طبقے میں مکمل طور پر مدغم ہو چکے ہیں جو ہمارا ''مراعات یافتہ طبقہ'' کہلاتا ہے جن کے آپس میں رشتے ناطے ہو چکے ہیں اور جو ہر لحاظ سے ایک برادری کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ یہی وہ طبقہ ہے جو پوری طرح سے ہمارے ملک کی معاشرت، ملک کی سیاست اور معیشت پر قابض ہو چکا ہے۔ اس طبقے کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی عزائم ایک جیسے ہیں۔ ہمارے ملک کی فوج کے اعلیٰ افسران جو ہمارے ملک کی سیاست میں دخیل ہوئے اگر سیاست دانوں اور بیوروکریسی کے اس ''مراعات یافتہ طبقے'' کو ختم کر کے ایک ایسے معاشرے کی داغ بیل ڈالتے۔ جس معاشرے میں کوئی خاص طبقہ خصوصی طور پر مراعات یافتہ نہ ہوتا۔ ترقی کے راستے ہر پاکستانی پر کھلے ہوتے، سرکاری مراعات کے بل بُوتے پر کوئی فرد سیاسی یا معاشی برتری حاصل نہ کر پاتا۔ دولت کی مساویانہ تقسیم کے لئے کوئی مؤثر منصوبہ بندی کی ہوتی تو ہم یہ سمجھتے کہ ہماری فوج کا وہ حصہ جو فوج سے سیاسی میدان میں داخل ہوا ہے۔ اُس نے ملک و قوم کی ایک ایسی خدمت کی ہے، جس کی ہماری قوم اور ہمارے ملک کو اشد ضرورت تھی ہم اپنی فوج کے اُن اعلیٰ افسران پر داد و تحسین کے ڈونگرے برساتے، اُنہیں داد دیتے اور اپنی قوم کے ''ہیرو'' قرار دیتے۔ لیکن یہ تو فوج کی طرف سے قوم کی کوئی ایسی خدمت نہیں ہے کہ ''مراعات یافتہ طبقہ'' جس کی کارستانیوں سے ملک سیاسی اور معاشی بحران میں مبتلا ہو گیا ہے، اعلیٰ فوجی افسران اُسی مذموم و مکروہ طبقے کا حصہ بن کے رہ جائیں اور وہی مکروہ دھندہ خود کرنا شروع کر دیں جو اس ملک کے سیاست دان شروع دن سے کر رہے ہیں۔ نواز شریف، یا بے نظیر کے دور میں جو ہمارا ''مراعات یافتہ طبقہ'' تھا وہی آج جنرل مشرف صاحب کے دور میں بھی موجود ہے۔ بلکہ جنرل صاحب نے اُسی طبقے کی مدد حاصل کر کے اپنے مستقبل کی حکمرانی کی راہیں صاف کی ہیں۔ جس طرح سیاست دانوں کے دورِ حکومت میں یہ ''مراعات یافتہ طبقہ'' عام لوگوں کا سیاسی اور معاشی استحصال کر رہا تھا، آج بھی کر رہا ہے۔ جب صورت حال یہ ہو تو پھر سیاست کے میدان میں فوج کی مداخلت کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ محض انتخابات کرا دینے سے تو معاشرہ تبدیل نہیں ہوتا۔ عورتوں کی تعداد میں اضافہ کر کے آپ اپنے اصل حکمرانوں کو تو خوش کر سکتے ہیں ملک کے اندر بڑھتی ہوئی بدحالی، بے چینی اور اضطراب کو تو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ خاص طور پر جب انتخاب میں بھی وہی طبقہ بظاہر دو حصوں میں تقسیم ہو کر قوم کے سامنے آ جائے اور قوم کو یہ کہہ دیا جائے کہ ان دو سیاسی تاجروں میں سے کسی ایک سیاسی تاجر کو چُن لو، ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ آج قوم کو یہی باور کرایا جا رہا ہے کہ جنرل صاحب نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ تین برسوں کے بعد انتخاب ہو گئے۔ اسمبلی بن گئی۔ عوامی نمائندے حکومت کے تخت پر براجمان ہو گئے۔ یہ سب کچھ تو نواز شریف کے دور میں بھی تھا۔ آپ کیوں تشریف لائے؟ اور آپ کی کیا ضرورت محسوس ہوئی، آپ نے کونسا ''کارنامہ سرانجام دیا'' کہ آپ کو سر آنکھوں پر بٹھا لیا جائے۔ وہی لوگ جو نواز شریف اور بے نظیر کے دور میں اقتدار میں تھے وہی آج بھی ہیں۔ وہی طبقہ جو کچھ پہلے کر رہا تھا آج بھی کر رہا ہے۔ پہلے عابدہ حسین وزیر تھی۔ اب فیصل صالح حیات وزیر ہے۔ دونوں کے اب و جد ایک، دونوں کا مزاج ایک، دونوں کا مقصود ایک، دونوں کی منزل ایک، عوام کو کیا فرق پڑا۔ پہلے شجاعت اینڈ کو نواز شریف کے ساتھ تھی آج جنرل صاحب کے ساتھ ہے۔ آفتاب شیر پاؤ بے نظیر کے ساتھ تھا آج آپ کے ساتھ ہے پہلے ان لوگوں کے قرضے نواز شریف اور بے نظیر معاف کر دیا کرتی تھی اب جنرل صاحب نے ان لوگوں کے قرضے معاف کر دیئے ہیں۔ لوگوں کو کیا ملا؟ کیا معاشرہ پاک اور صاف ہو گیا۔ کیا معاشرے میں تقویٰ عود کر آیا ہے۔ کیا لوگوں کو اُن کے حقوق ملنے شروع ہو گئے ہیں۔ کیا ظلم و دھاندلی

معاشرے کے اندر ختم ہوگئی ہے کیا انصاف تک عام لوگوں کی رسائی ہوگئی ہے۔ کیا ملک کے اندر سے رشوت ختم ہوگئی ہے۔ کیا نوکریاں بکنی بند ہوگئیں ہیں۔ کیا انسان کو انسان سمجھنا شروع کر دیا گیا ہے۔ کیا منصب اور عہدے لیاقت‘ صلاحیت‘ تقویٰ کی بنیاد پر ملنا شروع ہو گئے ہیں۔ جس طرح سیاست دانوں کے دور میں سیاسی اور معاشی بے راہروی تھی کیا آج نہیں ہے؟ اور اگر ہے تو پھر یہ سب کچھ کیا ہے جس پر موجودہ حکومت اتراتی پھرتی ہے۔ اُسی ’’مراعات یافتہ طبقہ‘‘ کی پہلے بھی حکومت تھی اور اب بھی ہے

تم جسے چاہو چڑھالو سر پر
ورنہ یُوں دوش پہ کاکل ٹھہرے

☆☆☆

مسافرانِ آخرت

گزشتہ ماہ ہمارے درج ذیل مہربان اور کرم فرما انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

قارئین سے درخواست ہے کہ دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ آمین! (ادارہ)

- سابق صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ کے بھائی محمد سلیم تارڑ مرحوم (لاہور)
- ہمشیر مرحومہ حضرت حکیم حنیف اللہ مرحوم (ملتان)
- مولانا احتشام الحق معاویہ (کراچی) کے والدِ محترم مولانا محمود الحسن مرحوم
- مجلس احرار اسلام کراچی کے رہنما جناب شفیع الرحمٰن احرار کے سسر جناب مسعود علی خان مرحوم
- ہمارے مہربان اور معاون جناب حاجی جابر علی (ملتان) کے ماموں جناب سراج الدین مرحوم
- مرکزِ احرار دارِ بنی ہاشم ملتان کے ہمسایہ محترم لال حسین مرحوم
- مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان کے سفیر محترم ابو معاویہ محمد بشیر چغتائی کے بہنوئی مشتاق احمد محسن مرحوم (رحیم یار خان)
- حافظ محمد اختر جوئیہ مرحوم (صدر مجلس احرار اسلام، جملیرا نوشہرہ، ضلع وہاڑی)
- ہمارے قدیمی رفیق فکر اور مرکزِ احرار دارِ بنی ہاشم ملتان میں جمعہ کے مستقل سامع جناب عبدالکریم جتوئی مرحوم
- ہمارے مہربان محترم محمد یامین (لاہور) کے نومولود فرزند
- ہمشیر مرحومہ محترم عزیز الرحمٰن سندھو (فیصل آباد) ◄◄ حافظ شفیق الرحمٰن (مدرس مدرسہ معمورہ، ملتان) کی دادی مرحومہ
- مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے صدر جناب ملک محمد صدیق کے چچا اور سسر مرحوم
- ہمارے مہربان جناب ملک محمد فاروق (کبیر والہ، ضلع خانیوال) کی والدہ مرحومہ

حامد میر

مسز پوجا کا مشورہ

ہندوستان میں پاکستان کے خلاف سب سے زیادہ فلمیں بنانے والے جیوتی پرکاش دتا کے ساتھ نئی دہلی کے ایک ہوٹل میں گفتگو کے بعد یہ خاکسار کافی شاپ کے ایک کونے میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ جس ملک میں پاکستان کے خلاف فلمیں بنانے والوں کو سونے میں تولا جائے‘ اس ملک کی پاکستان کے ساتھ دوستی کیسے ممکن ہوگی؟ کافی کے دو کپ پینے کے بعد میں اٹھنے ہی والا تھا کہ ساڑھی میں ملبوس ایک معمر خاتون میرے ساتھ آ بیٹھیں اور بڑی بے تکلفی سے پوچھا کہ کل رات نئی دہلی ٹیلی ویژن پر برکھا دت کے پروگرام میں اجے ساہنی کے ساتھ تم ہی الجھ رہے تھے ناں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو خاتون نے کہا کہ پہلی دفعہ ہم نے کسی انڈین ٹی وی چینل پر یہ سنا کہ کشمیریوں نے بندوق اس لیے اٹھائی کہ 1987ء کے الیکشن میں ان کے ووٹ چرا لیے گئے تھے۔ خاتون نے فوراً ہی سوال کیا کہ کیا ہندوستان کے خلاف بندوق اٹھانے والے کشمیریوں کو تم بھی دہشت گرد سمجھتے ہو؟ تمہارے ملک میں بھی تو ہندوستان سے نفرت کرنے والوں کے خلاف کریک ڈاؤن ہو رہے ہیں ناں؟ میں نے جواب دینے کی بجائے خاتون سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ سوال سن کر وہ چند لمحے خاموش رہیں‘ انہوں نے آس پاس دیکھا اور تسلی کی کہ کوئی دوسرا انہیں نہیں سن رہا اور پھر بولیں کہ میرے سفید بالوں سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں ستر سال سے اوپر کی ہوں‘ چھپن سال پہلے ’’زرینہ‘‘ تھی اور آج ’’پوجا‘‘ ہوں۔ مسز پوجا چوہان میرا پورا نام ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اگلا سوال کرتا‘ انہوں نے بتایا کہ 1947ء میں وہ جموں میں رہتی تھیں اور ان کا تعلق ایک مسلم گھرانے سے تھا‘ ایک دن ابا جی گھبرائے ہوئے گھر آئے اور ماں سے کہا کہ کل ہم سب کو لاری پر بیٹھ کر پاکستان جانا ہے‘ اس لیے سامان باندھ لو۔ ساری رات ہم نے سامان باندھا اور اگلی صبح جموں کے ایک بڑے میدان میں اکٹھے ہو گئے‘ تھوڑی دیر بعد ہمیں لاریوں پر سوار کرایا گیا لیکن جیسے ہی لاریاں شہر سے باہر نکلیں تو حملہ ہو گیا ‘ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میرے ابا جی کو ایک سکھ نے برچھی ماری‘ ماموں نے انہیں بچانا چاہا تو ماموں کے سر پر کلہاڑا مارا گیا‘ ماموں پر میری ماں گر گئی تو اس کے سینے میں بھی برچھی اتر گئی‘ میں نے اپنے تین سال کے بھائی کو گود میں اٹھا رکھا تھا‘ میں اسے اٹھا کر بھاگی تو تھوڑی دور جا کر گر گئی پھر مجھے ہوش اس وقت آیا جب میں ایک کیمپ میں پڑی تھی اور میرا سر پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا۔ ایک ڈوگرا فوجی مجھے اودھم پور لایا اور ایک ہندو تاجر کے پاس مجھے چار سو روپے میں فروخت کیا۔ کچھ عرصہ میں نے اس کے گھر میں کام کیا‘ پھر ایک دن اس کی بیوی مجھے دہلی لے آئی اور کہا کہ تمہارا بیاہ میرے بھائی سے ہونے والا ہے۔ اس کے بھائی کے دو بچے تھے اور اس کی بھابی بیمار ہو کر مر چکی تھی۔ پندرہ سال کی عمر میں مجھے دو بچوں کے باپ کے سپرد کر دیا گیا اور جس دن پنڈت نے ہمارے پھیرے لگوائے‘ اس صبح مجھے کہا گیا کہ آج سے تم ’’زرینہ‘‘ نہیں بلکہ ’’پوجا‘‘ ہو‘ پھر میں نے پوجا بن کر اپنے شوہر اور اس کے دو بچوں کی خدمت کی اور مجھ سے تین بچوں نے جنم لیا‘ تینوں ہندو ہیں۔ خاتون نے بتایا کہ بیس برس پہلے ان کے شوہر فوت ہو گئے تھے‘ بچوں کی شادیاں ہو چکیں اور اب وہ دہلی میں اپنی بیوہ بیٹی کے ساتھ رہتی ہیں۔

مسز پوجا کہہ رہی تھیں کہ 1947ء میں جموں اور کٹھوعہ سے ایک زرینہ نہیں بلکہ سینکڑوں مسلمان لڑکیاں اغوا ہوئیں جنہیں بعد میں ہندو اور سکھ بنایا گیا‘ کچھ کو وہ جانتی بھی تھیں اور کچھ اگلے جہان کو سدھار چکیں لیکن انہوں نے ’’صالحہ‘‘ کا خاص طور پر ذکر کیا۔ صالحہ کے خاندان نے پونچھ کے ایک نواحی گاؤں میں 1965ء کے آپریشن جبرالٹر کے دوران پاکستانی کمانڈوز کی میزبانی کی تھی۔ ان کمانڈوز نے گاؤں کی مسجد پر پاکستان کا جھنڈا لگایا اور گاؤں والوں سے کہا کہ اب وہ واپس نہیں جائیں گے لیکن سیز فائر کے بعد کمانڈوز واپس چلے

گئے ۔صالحہ کے باپ کوانڈین آرمی نے گرفتارکرلیا۔چنددن کے بعداس کی ماں کوگرفتارکرکےاس کے ہاتھ جلائے گئے کیونکہ ان ہاتھوں سے اس نے پاکستانیوں کے لیے روٹیاں پکائی تھیں اور جب صالحہ اپنی ماں کو دیکھنے آرمی کیمپ گئی تو اسے ایک حوالدار نے اغواکرلیا۔صالحہ کو گورداسپورلایا گیااورزبردستی ہندو بنا کرحوالدار نے اس کے ساتھ شادی کرلی۔ یہ حوالدار اسے دہلی لایااوریہیں صالحہ کی ملاقات مسز پوجا سے ہوئی۔خاتون بتارہی تھی کہ جب کبھی اذان کی آواز آتی تو صالحہ رونے لگتی اور پوچھتی کہ پاکستانیوں نے مسجد میں ہم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہم سے بے وفائی نہیں کریں گے پھر وہ ہمیں چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟مسز پوجا کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہوتا۔ایک دن صالحہ کے ہندوخاوند نے بیوی کوچھپ کرنماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیااورموقع پر ہی اسے قتل کردیا۔خاتون نے سرگوشی کے انداز میں کہا کہ اذان کی آواز سن کر مجھے بھی کچھ ہوتا ہےلیکن میں نماز بھول چکی ہوں ۔البتہ کسی کونماز پڑھتے دیکھ کر مجھے بڑاسکون ملتا ہے‘اب میں اپناوقت پورا کرچکی ہوں ‘اس لیےتمہارے ساتھ یہ باتیں کرتے ہوئے مجھے خوف نہیں آرہالیکن میں نے یہ باتیں اس لیےشروع کی ہیں کہ پاکستان کی وجہ سے میں تباہ ہوئی‘پاکستان کی وجہ سے صالحہ تباہ ہوئی لیکن پھر بھی ہم پاکستان کا بھلا چاہتے ہیں اورتمہارا بھلا اسی میں ہے کہ کبھی ہماری ہندواولاد پر بھروسہ نہ کرنا‘انہیں جب موقع ملاتمہیں کھا جائیں گے۔

گفتگو جاری رکھنے کے لیے میں نے کہا کہ ہم نے بھروسہ نہ کیا تو دوستی نہیں ہوگی‘دوستی نہیں ہوگی تو معاملہ خراب رہے گا۔کیا آپ چاہتی ہیں کہ دشمنی قائم رہے؟یہ سن کرخاتون غصے میں آگئیں اورکوسنے کے انداز میں کہنےلگیں کہ’’تم پاکستانیوں کی سمجھ نہیں آتی کہ تم کیا چاہتے ہو‘دوستی چاہتے ہو یادشمنی؟تمہارے ملک میں ہندوستان کی نفرت میں بندوق اٹھانے والوں کوپکڑلیا جاتا ہے،انتہا پسند کہا جاتا ہے اور ہندوستان سے دوستی کی بات کرنے والوں کوغدار کا خطاب ملتا ہے‘یہ کیا پالیسی ہے؟ذرا مجھے بھی توسمجھاؤ؟‘‘ایک عام سی خاتون نے بڑا مشکل سوال کردیا تھا‘مجھے پریشان دیکھ کراس خاتون نے میرے سر پر ہاتھ پھیرااور کپکپاتے ہونٹوں سے کہنےلگیں کہ میری بیٹی اس کافی شاپ کی منیجر ہے‘شام کووقت گزارنے کے لیےکبھی کبھی یہاں آتی ہوں اورکئی پاکستانیوں سے یہاں مل چکی ہوں‘مجھے پریشانی اس بات کی ہے کہ تم پاکستانی یہاں جس دوستی اورمحبت کوڈھونڈنے آتے ہو‘وہ تمہیں مل تو سکتی ہےلیکن اس کی قیمت یہ ہے کہ کشمیرکوبھول جاؤ،غیرت کوچھوڑ دولیکن بیٹا!تم نے بے غیرتی کی تواوپر والاتمہیں نہیں چھوڑے گا‘تمہیں صالحہ کی آہ لگےگی۔میں جنگ نہیں چاہتی‘کشمیرکا مسئلہ تم امن سے حل کرولیکن ہندوستان سےنظریں جھکا کربات کروگےتووہ تمہاری گردن نہیں چھوڑے گا۔اس لیےنظریں اٹھا کربات کرواورکسی دھوکے میں نہ آنا۔

معمرخاتون پرنم آنکھوں کے ساتھ رخصت ہوگئیں۔اگلے دن میں نے بھارتی وزیرخارجہ یشونت سنہا سے’’جیو‘‘ کے لیےانٹرویو لیا۔موصوف نے فرمایا کہ کشمیرکوئی مسئلہ نہیں ہے‘مسئلہ ہےتو آزادکشمیر پر پاکستان کا قبضہ ایک مسئلہ ہے(1)۔انہوں نے کشمیر پراقوام متحدہ کی قراردادوں کوتسلیم کرنے سے بھی انکارکردیا۔ان کے فرمودات کے جواب میں حکومتِ پاکستان نے لائن آف کنٹرول پر سیز فائر کااعلان کردیا۔ہندوستان نے کہا کہ سیاچن پر بھی سیز فائر کرو‘پاکستان نے سیاچن پر بھی سیز فائر کردیا جس کے بعد یشونت سنہا فرماتے ہیں کہ مشرف‘واجپائی ملاقات کےامکانات پیدا ہوگئے ہیں۔ملاقات ضرور کیجیےلیکن کل کی زرینہ اورآج کی مسز پوجا کا مشورہ نہ بھولئے جس نے بار بار کہا کہ میری اولاد سے دھوکہ مت کھانا اوراس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کربات کرنا۔ (مطبوعہ’’جنگ‘‘)

---

(1) حال ہی میں جنرل پرویز نے اپنے ایک انٹرویومیں کشمیر پراقوام متحدہ کی قراردادوں پراصرار نہ کرنے اوراس حوالے سے پاکستان کے دیرینہ موقف کوترک کرنے کاعندیہ بھی دے دیا ہے۔ (مدیر)

انٹرویو: زبیر احمد ظہیر

پاکستان کو بتدریج سیکولرازم کی طرف دھکیلا جارہا ہے، صدر پرویز اس کی راہ ہموار کر رہے ہیں

مسلم حکمران عالم اسلام کو آزادی دلانے کی بجائے انہیں مزید غلامی میں جکڑ رہے ہیں

مولانا اعظم طارق کی شہادت طے شدہ منصوبے کا حصہ ہے

مذہبی قیادت یاد رکھے کہ مسٹر پرویز اور ان کی حکومت دینی قوتوں سے الرجک ہیں

مجلس عمل کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے موقف سے نہ ہٹے

اقلیتیں ملک میں کھلے عام اسلام اور پاکستان دشمن کارروائیوں میں مصروف ہیں:

قائدِ احرار ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری کا روزنامہ ''اسلام'' کو دیا گیا انٹرویو

کراچی (17 نومبر) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے فرزند ارجمند اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے سربراہ مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ پاکستان بتدریج ترک سیکولرازم کی راہ پر گامزن دکھائی دے رہا ہے۔ کیونکہ سیکولر لابی کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے کہ ملک سے مزاحم مذہبی قوتوں کا خاتمہ ہو سکے اور اقتدار ترکی کی طرح مستقبل بنیادوں پر صرف سیکولر لابی کے قبضہ میں رہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے سعودی عرب سے واپسی پر کراچی پہنچنے کے موقع پر روزنامہ ''اسلام'' کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔

انہوں نے کہا ہے کہ صدر مشرف دھوکہ دے کر خاص طور پر مسلم ممالک میں اپنی شخصیت اُجاگر کرنا چاہتے ہیں لیکن اس معاملے میں انہیں ناکامی ہوگی۔ امت مسلمہ کا اس وقت سب سے بڑا مسئلہ آزادی ہے لیکن مسلم حکمران عالم اسلام کو آزادی دلوانے کی بجائے انہیں اپنے ہاتھوں مزید غلامی میں جکڑ رہے ہیں۔ پاکستان میں مذہبی قوتوں کے مستقبل کے حوالے سے گہرے خدشات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ دینی قوتوں کی سرکردہ شخصیات کا قتل طے شدہ منصوبہ ہے۔ مولانا اعظم طارق کی شہادت بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ مذہبی قیادت کو یاد رکھنا چاہیے کہ حکومت انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی کیونکہ مسٹر پرویز اور اُن کی حکومت دینی قوتوں سے الرجک ہیں۔ جو شخص پلک جھپکنے میں لاکھوں افغانوں کو مروا سکتا ہے اس سے پاکستان میں مذہبی قوتیں بھی محفوظ نہیں رہ سکتیں۔

انہوں نے کہا کہ علماء کرام کو طبقاتی اور شعبہ جاتی کشمکش کا رویّہ ترک کر کے قوت کو مجتمع کرنا ہوگا تاکہ نفاذِ اسلام کے لیے قوم بھی متحد ہو سکے۔ صرف قومی اسمبلی کے ذریعے اسلام نافذ نہیں ہو سکتا۔ اسمبلی تو جمہوری روایات کی پابند ہے۔ اس سے جمہوری اسلام ہی آ سکتا ہے، حقیقی نہیں۔ اس کے لیے ہمیں اور ذرائع بھی اختیار کرنا ہوں گے۔ موجودہ حالات میں 1977ء جیسی تحریک ہی ثمر بار ہو سکتی ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ اب علماء کرام کو دین اور دنیا کے دو پلڑوں میں سے ایک کا سختی سے انتخاب کرنا ہوگا۔ گزشتہ 56 برس یہ سمجھانے کے لیے کافی ہیں کہ دینی قوتوں کی ملک پر گرفت بتدریج کم ہو رہی ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر بنا لیکن حکمرانوں نے یہاں اسلام کو ہی تختۂ مشق بنایا، دوسری طرف مذہبی قوتوں کے باہمی فروعی اختلافات نے بہت نقصان پہنچایا۔ حکمران اور سیکولر سیاست دان آج بھی دینی طبقہ سے بیزار ہیں۔ اگرچہ عوام میں مذہبی شعور بڑھ رہا ہے لیکن مذہبی قوتیں اتنی کمزور ہو چکی ہیں کہ اپنے حق میں رائے عامہ کو ہموار نہیں کر سکتیں۔ لہٰذا

اب قوت مجتمع کر کے ڈٹ جانے کا وقت آ گیا ہے۔ دینی قوتیں متحد اس طرح رائے عامہ کو ہمنوا بنا سکتی ہیں اور نفاذِ اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ مجلس عمل کی بقاء کا انحصار اسی میں ہے کہ وہ اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے۔ 56 برس میں کوئی حکومت عوام کو فائدہ نہیں پہنچا سکی تو مجلس عمل، حکومت کا حصہ بن کر عوام کو کیا ریلیف دے سکتی ہے؟ تاہم اگر مجلس عمل اپنے اصولی موقف پر ڈٹی رہی تو اسلام پسندوں کو حوصلہ ملے گا اور ان کی ہمدردی مجلس عمل کے ساتھ رہے گی۔ اس سے یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ پاکستان میں اب جو دو طبقے مذہبی اور غیر مذہبی آہستہ آہستہ الگ ہو رہے ہیں، ان میں مذہبی لوگوں کی نصف تعداد یا نصف سے کم مجلس عمل اور دینی قوتوں کا ساتھ دے گی۔

مجلس احرار اسلام کو سیاسی جماعت بنانے کے سوال پر انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام کو غیر سیاسی جماعت بنانے کا فیصلہ احرار کی دانشمند قیادت نے 1949ء میں کیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ، مجلس احرار اسلام کو کچلنا چاہتی تھی۔ غیر سیاسی جماعت بنا کر قیادت نے جماعت کو بچایا۔ تاہم جہاں اس فیصلے سے فوائد حاصل ہوئے وہاں نقصانات بھی ہوئے۔ میرے خیال میں نقصان کم اور فائدہ زیادہ ہوا۔ قادیانی پاکستان کے اقتدار پر شب خون مارنا چاہتے تھے اور سازشوں کے جال بن رہے تھے۔ مجلس احرار اسلام نے قادیانیوں کا تعاقب کیا اور اُن کی ملک دشمن سرگرمیوں اور سازشوں کو طشت از بام کیا۔ پاکستان میں تمام دینی جماعتوں کو پہلی مرتبہ کل جماعتی مجلس عمل کے اسٹیج پر جمع کیا اور تحریک تحفظ ختم نبوت برپا کی۔ سینکڑوں مسلمان، خواجہ ناظم الدین کی مسلم لیگی حکومت کے تشدد کا شکار ہوئے اور جنرل اعظم خان کے حکم پر اُنہیں گولیوں سے چھلنی کر کے شہید کیا گیا۔ بظاہر تحریک تشدد کے ذریعے دبا دی گئی لیکن 1974ء میں شہداء ختم نبوت کا خون بے گناہی رنگ لایا اور قادیانی کافر اقلیت قرار دے دیئے گئے۔ لیکن یہود و نصاریٰ کی طرف سے قادیانیوں کی حمایت اور حکمرانوں کی غلط پالیسیوں اور قادیانیت نوازی کی وجہ سے انہیں تحفظ دیا گیا۔ پاکستان کا اصل مسئلہ نظام کی تبدیلی تھا لیکن نظام میں تبدیلی نہ آسکی اور اسی وجہ سے اقلیتیں پاکستان میں کھلے عام اسلام اور پاکستان دشمن سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ماضی میں ہمارے اسلاف میں اطاعت کروانے کی بجائے، اطاعت کرنے کا جذبہ زیادہ تھا۔ آج عملی طور پر اطاعت کا جذبہ ختم ہو چکا ہے اور قیادت اپنی مرضی کو کارکنوں پر مسلط کر رہی ہے جبکہ قیادت کے لیے مرضی قربان کرنا بھی ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قیادت مزید قیادت پیدا نہیں کر رہی ہے جس کی وجہ سے جمود طاری ہو گیا ہے۔

مجلس احرار کو مروجہ سیاسی جماعت نہیں بنایا جاسکتا، احرار غیر سیاسی طور پر خاموش تحریک کا کردار ادا کر رہی ہے

56 سالہ ملکی تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ جمہوریت اور اسلام دو متصادم نظام ہیں

انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام کو اب مروجہ سیاسی جماعت نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ ملکی سیاست کا کلی انحصار اب جمہوریت پر ہو گیا ہے اور 56 برسوں کے تجربے نے یہ ضرور بتا دیا ہے کہ جمہوریت اور اسلام دو متصادم نظام ہیں۔ اس لیے مخالف سمت جانے والے جمہوری نظام سے کبھی اسلام نافذ نہیں ہو سکتا۔ اگر جمہوریت کے ذریعے کوئی اسلام آیا بھی تو وہ کچھ اور ہی ہوگا اور جمہوریت کے تابع ہوگا۔ اسلامی ریاست جمہوری خطوط پر چل کر اپنی نشوونما، شناخت اور فوائد حاصل نہیں کر سکتی۔ حکومتِ الٰہیہ کا قیام اور نفاذِ اسلام، مجلس احرار اسلام کا مشن ہے اور وہ مروجہ جمہوری جدوجہد سے مکمل نہیں ہو سکتا۔ مجلس احرار اس وقت غیر سیاسی طور پر ایک خاموش تحریک کا کردار

ادا کر رہی ہے۔ لیکن حالات کے ساتھ ساتھ ہم اپنے کام کے رخ اور انداز کو بدل رہے ہیں۔ اس میں ایک بات بالکل واضح ہے کہ عقیدہ و ایمان پر کہیں اور کسی بھی موڑ پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا۔

مغرب کو اصل خطرہ اسلامی حکومت کے قیام سے ہے، اگر وہ قائم ہوگئی تو مسلم دنیا متحد ہو جائے گی

طالبان نے دوبارہ افغانستان میں حکومت قائم کی تو ماضی کی مشکلات کی پیش بندی ضروری ہوگی

قائدِ احرار نے کہا کہ کفریہ طاقتیں مسلمانوں کی اجتماعیت کی دشمن ہیں۔ انہیں مسلمانوں سے اتنی دشمنی نہیں جتنی اسلامی ریاست سے دشمنی ہے، انہیں خطرہ ہے تو دنیا کے کسی بھی کونے میں اسلامی حکومت کے قیام سے ہے۔ کیونکہ کفر جانتا ہے کہ اگر کہیں اسلام نافذ ہوگیا تو ساری مسلم دنیا اختلاف بھلا کر امیر کے حکم کی منتظر ہو جائے گی۔ روزنامہ ''اسلام'' سے گفتگو کرتے ہوئے، انہوں نے کہا کہ افغانستان میں بھی ایسا ہوا کہ دنیا بھر کے نوجوان جمع ہوگئے اور اسلامی حکومت کی برکت سے دنیا بھر میں جہادی تحریکوں میں تیزی آ گئی، جس سے کفر غضب ناک ہوگیا اور غلطی امریکہ سے ہوگئی، اب یہی غلطی اسے بھاری پڑ رہی ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ طالبان حکومت کا خاتمہ ایک امتحان تھا۔ ان شاء اللہ جب وہ دوبارہ افغانستان میں حکومت قائم کریں گے تو پیش آنے والی تمام رکاوٹوں کی پیش بندی بھی ضرور کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی طاقت اب زوال پذیر ہورہی ہے اور مظالم دم توڑ رہے ہیں کیونکہ افغانستان اور عراق میں اسے سخت مزاحمت کا سامنا ہے۔ یہ امریکہ مخالف لوگوں کی کامیابی کی ابتدا ہے۔

حکمرانوں نے کشمیر کی آزادی کے تاریخی مواقع گنوا دیئے

کشمیری عوام بھی پاکستان کی مجموعی کارکردگی سے مایوس ہو چکے ہیں

مجلس احرار اسلام کے سربراہ نے کہا کہ اب کشمیر کے آزاد ہونے کا کوئی موقع ہاتھ آتا دکھائی نہیں دے رہا۔ 1948ء میں پاکستانی فوج کی مقبوضہ کشمیر سے خالی ہاتھوں واپسی جیسے اہم موقع سمیت 56 برسوں میں کئی اہم مواقع ضائع کر دیئے گئے ہیں جن کے بعد اب ایسے تاریخی اور اہم عسکری مواقع کا دوبارہ میسر آنا مشکل ہے۔ روزنامہ ''اسلام'' سے گفتگو کرتے، انہوں نے کہا کہ دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ کشمیری عوام بھی پاکستان کی مجموعی کارکردگی سے مایوس ہو چکے ہیں، وہ پاکستان کی لفظی ہمدردی کے سہارے کہاں تک چل سکتے، جو منظر اس وقت بن رہا ہے، اس کے مطابق پاکستان سے الحاق کی صورت میں پاکستان کشمیریوں کی قربانیوں کا تدارک نہیں کر سکے گا جس کی وجہ سے حالات پھر خود مختاری کی طرف جائیں گے تاہم کشمیریوں کا اعتماد بحال کرنے کے لیے پاکستان کو کوئی رسک لینا ہوگا اور ایسی صورت حال دکھائی نہیں دیتی۔

مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی بحالی کے مسئلہ پر مسلم سربراہوں اور سکالرز کی کانفرنس طلب کی جائے

قائدِ احرار نے کہا کہ مسلم ممالک کے سربراہان، دانشمند اور اسکالرز مل بیٹھ کر غور کریں کہ مسلمانوں کے عروج کا راز کیا ہے اور مسلمانوں کے زوال کے اسباب کیا ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ یا او آئی سی کی قراردادوں اور سفارشات کا دور اب لد چکا ہے۔ قراردادوں سے ماضی میں کچھ بنا ہے اور نہ مستقبل میں اس سے کچھ بنے گا۔ مسلم سربراہوں کو اب زندہ رہنے کے لیے عملی اقدامات کرنے ہوں گے۔

(مطبوعہ روزنامہ ''اسلام'' ۱۸ر نومبر ۲۰۰۳ء)

عکس تحریر امام العصر مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

1942ء میں مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی وفات پر لاہور میں مجلس احرار اسلام نے ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمتہ نے قائدینِ احرار کے نام ایک خط تحریر فرمایا جو تبرکاً ہدیۂ قارئین ہے۔ یہ عکس ہفت روزہ ''اداکار'' (لاہور، بمبئی۔ 13 رجنوری 1945ء) سے لیا گیا ہے۔ (ادارہ)

آپ اس وقت چودھری افضل حق مرحوم کی یاد میں جمع ہوئے ہیں
میں آپ کے اظہارِ غم میں شریک ہوں۔ اور آپ کے جلسہ کے
مقصد سے اپنے کو وابستہ کرتا ہوں۔ ۱۹۲۱ء میں جب جمعیۃ علماء ہند
کا سالانہ جلسہ لاہور میں ہوا تھا۔ اور اس کی صدارت کی خدمت
میرے سپرد کی گئی تھی تو اسی موقعہ پر چودھری صاحب مرحوم نے
سرکاری ملازمت ترک کر دینے اور خدمتِ ملک کے لیے وقف
ہوجانے کا اعلان کیا تھا، وہ اپنی زندگی کے آخری لمحوں
تک اس اعلان پر قائم رہے۔

ابوالکلام

عکسِ تحریر مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

مجلس احرار اسلام ہند

لاہور
۱۰ر جنوری سنہ ۳۵ء

مکرمی

السلام علیکم - کل ۱۸ر جنوری کو چوہدری عبدالعزیز صاحب بیگووالوی کی پیشی گورداسپور میں ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب آج جا رہے ہیں - اور میں انشاءاللہ شام کو جاؤں گا - آپ کب تشریف لے جائینگے - المعلن بخیر - اگر آج شام کو تشریف لے جانا ہو - تو میں بھی آپ کے ہمراہ جا سکتا ہوں - والسلام

جانے کی صفت ضروری ہو گی - میرے خیال میں شام کو جانا بہتر ہے -

افضل حق
ایم ایل سی

1۔مشہور بیرسٹر میاں عبدالعزیز مرحوم (مالواڈہ) شہرۂ آفاق لدھارام کیس میں حضرت امیر شریعتؒ کے وکیل تھے۔1936ء کے انتخابات میں مجلس احرار اسلام کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔

2۔رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ

(عکس تحریر،بشکریہ:از ''نوادر'' ذخیرہ میاں عبدالعزیز مرحوم۔ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور۔1985ء)

شورش کاشمیریؒ

مفکرِ احرار چودھری افضل حق☆ رحمتہ اللہ علیہ

ہم جن لوگوں کو بہت جلد بھول گئے ہیں' ان میں مرحوم افضل حق بھی ہیں۔ فی زمانہ یارانِ قلم کی جتھہ بندی نے بہت سی قابل قدر شخصیتوں کو طاق نسیان کا گلدستہ بنا دیا ہے اور بہت سی ممیوں کو شہرت کی صف پر لا کھڑا کیا ہے۔

پنجاب مرحوم کی قومی زندگی میں پہلی جنگِ عظیم سے لے کر دوسری جنگِ عظیم تک جن لوگوں نے عزت کا مقام پیدا کیا' ان میں بعض شخصیتیں ادب و سیاست کے امتزاج کی مظہر تھیں۔ چودھری صاحب بھی انہی میں سے ایک تھے لیکن سیاسیات کے اختلافی گرد و غبار نے انہیں اوجھل کر دیا اور آج وہ محض اس لیے ایک فراموش کردہ عظمت ہیں کہ ان کے گرد و پیش اعترافِ محاسن کا کوئی حلقہ نہیں' وہ زندگی میں بھی مفلس کا چراغ تھے اور زندگی کے بعد بھی گمنام قبر ہیں' جس پر کوئی کتبہ آویزاں نہیں ہے۔

چودھری صاحب کی زندگی ہمیشہ مختلف دھاروں کا سنگھم رہی ہے۔ وہ اپنے گرد و پیش کے خلاف بہت بڑا احتجاج تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا آغاز پولیس کے سب انسپکٹر کی حیثیت سے کیا تھا۔ جس زمانہ میں وہ پولیس کے سب انسپکٹر بھرتی ہوئے' تب ہندوستان میں سے بہت کم لوگ سب انسپکٹر ہوتے تھے' اس ''اعزاز'' کے مستحق چیدہ چیدہ خاندانوں کے چیدہ چیدہ لوگ ہی سمجھے جاتے تھے۔ مرحوم چودھری صاحب ہوشیار پور کے ممتاز راجپوتوں میں سے تھے' ان کے بڑے بھائی بھی پولیس میں تھے اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ چودھری صاحب پولیس میں رہتے تو عجب نہ تھا کہ اپنی ذہانت وفراست کے بل پر پولیس کا بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کرتے اور عین ممکن تھا کہ پنجاب میں جن ہندوستانی پولیس افسروں کی آج تک دھوم ہے' ان میں سے ایک ہوتے لیکن تحریک لاتعاون کے آغاز میں مستعفی ہو گئے...... سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ ہوشیار پور کے ایک جلسہ عام کو خطاب کر رہے تھے اور چودھری صاحب مرحوم اس جلسہ میں میری تقریر کے نوٹ لے رہے تھے۔ میں نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے ایک قبول صورت نوجوان کے چھریرے بدن پر تھانیدار کی وردی نے بہت متاثر کیا۔ میں نے اثنائے تقریر کنایۃً کہا:

''اے کاش! مجھے اس طرح کے نوجوان مل جائیں تو میں چند دنوں میں ہندوستان کی کایا پلٹ دوں لیکن کیا کروں میرے نوجوان تو فرنگی باب کی صف میں وردی پہنے کھڑے ہیں۔''

کچھ دنوں بعد لاہور میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں جمعیت العلماء کا اجلاس منعقد ہوا تو چودھری صاحب نے اس اجلاس میں مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا...... انگریزوں کے لیے کسی تھانیدار کا مستعفی ہونا انتظامی نقطہ نگاہ سے انتہائی خطرناک تھا۔ مسٹر ہری کشن کول اس زمانے میں جالندھر ڈویژن کے کمشنر تھے۔ انہوں نے چودھری صاحب کو ڈرانے، دھمکانے، پھر منانے سمجھانے کی سرتوڑ کوشش کی مگر چودھری صاحب کے قدم اُٹھ چکے تھے اور پیچھے مڑنے کو مطلقاً تیار نہ تھے...... انگریزوں نے دو سال کے لیے قید کر دیا۔ بے دردی کا زمانہ تھا' چودھری صاحب کوئی بڑے لیڈر یا معروف کارکن نہ تھے۔ اعزہ واقربا سرکار پرست تھے' جیلر نے حکام بالا

☆ چودھری افضل حقؒ۔ ولادت: 1891ء انتقال: 8/جنوری 1942ء

کے ایماء پر سختیاں شروع رکھیں، قید تنہائی میں ڈالا، بیڑیاں لگائیں، چکی پسوائی، کھڑی ہتھکڑی لگوائی، ٹاٹ کے کپڑے پہنوائے، غرض گونا گوں اذیتیں دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی' مگر چودھری صاحب نے ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا...... پنڈت بنکی رام شرما قید خانے میں آپ کے ساتھی تھے' وہ رہا ہو کر آئے تو انہوں نے روزنامہ ''بندے ماترم'' میں ان کے خلاف احتجاج کیا' جس سے لوگوں کو پہلی دفعہ ان کی شخصیت اور ہمت کا علم ہوا۔

''دنیا میں دوزخ'' قید خانے کے کوائف' ان کی پہلی تصنیف ہے جو آپ نے رہائی کے بعد قلمبند کی۔ ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی ہوشیار پور نے اس کو شائع کیا اور رہائی کے بعد آپ کو ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کا صدر منتخب کر لیا گیا۔

تحریک خلافت ختم ہو چکی تو مختلف رہنماؤں کی صلاحیتوں کا بھرم کھلنے لگا مگر چودھری صاحب رفتہ رفتہ ابھرتے ہی گئے۔ حتیٰ کہ دو چار برس ہی میں صوبہ کے مسلمان لیڈروں کی صفِ اوّل میں شمار ہونے لگے۔ چنانچہ ہندوستان میں اندرخانہ جتنی اتحاد کانفرنسیں منعقد کی گئیں' ان میں پنجاب کے مسلمانوں کی طرف سے آپ کو بھی مدعو کیا جاتا رہا اور ہمیشہ آپ کے مشوروں کی قدر کی گئی...... اس رفتار نے انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ چنانچہ پہلی بار پنجاب کونسل کے انتخابات ہوئے تو ہوشیار پور کے مسلم حلقے سے لیجسلیٹو کونسل کے ممبر منتخب ہو گئے...... پنجاب کونسل میں آپ کی قابلیت کے نقش اور واضح ہوئے۔ خود انگریز ممبروں نے ان کی جرأت و قابلیت کا اعتراف کیا اور اس کی شہادت کونسل کے اجلاسوں کی مطبوعہ کارروائیوں سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

میاں سر فضل حسین مرحوم آپ کے بے حد گرویدہ تھے' ہمیشہ آپ کی اختلافی تقریر کو توجہ سے سنتے...... وہ تمام زندگی کوشاں رہے کہ چودھری صاحب اپنی موجودہ راہ سے ہٹ کر ان کے ہم قدم چلیں اور حکومت میں شریک ہوں لیکن چودھری صاحب ہمیشہ ان کے اس خیال کی مزاحمت کرتے اور اپنے طرزِ عمل کی سچائی پر اصرار کرتے تھے۔

چودھری صاحب مرحوم انتہائی عاجز طبیعت کے مالک تھے۔ ہمیشہ لیڈروں کی سی خو بو سے پرہیز کیا' انکسار ان کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے کہ وہ کیا ہیں' بس جو کچھ تھے انتہائی عاجزی کے ساتھ تھے...... صرف ایک دفعہ انہوں نے جیل خانوں میں اصلاحات کے مسئلہ پر بعض باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جیل خانوں کے سدھارنے میں' میں نے جو کوششیں کی ہیں' مجھے ان پر جائز فخر ہے۔

جن دنوں بھگت سنگھ اور ان کے ساتھی جیل خانے میں اصلاحات کا مطالبہ کر رہے تھے اور بھوک ہڑتال پر تھے' چودھری صاحب غیر سرکاری وزیٹر ہونے کے علاوہ اصلاحاتی کمیٹی کے ممبر تھے۔ آپ نے اس معرکہ میں جس مستعدی کا ثبوت بہم پہنچایا' اس سے اپنے پرائے سب عش عش کر اٹھے۔ گو آپ کو اس کمیٹی کی رکنیت سے محروم ہونا پڑا لیکن آپ نے ''دنیا میں دوزخ'' کے شعلوں کو ہلکا کرنے میں ایک قابل ستائش کارنامہ سرانجام دیا۔ واقفانِ حال کو معلوم ہے کہ اصلاحات کی سب سے پہلی قسط کے مجوز آپ ہی تھے۔

1930ء میں کانگریس نے ڈانڈی مارچ کیا تو گاندھی جی کے بعد دوسری مجلس عاملہ کے ارکان میں سے ایک آپ بھی تھے...... سردار وٹھل بھائی پٹیل صدر تھے اور مالویہ ایسے رہنما رکن' دہلی میں مجلس عاملہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کو گورکھپور جیل میں رکھا گیا' جہاں آپ نے اپنی مایۂ ناز تصنیف ''زندگی'' سپردِ قلم کی...... اس کتاب کے شائع ہوتے ہی آپ کے قلم کی دھاک بیٹھ گئی۔ چراغ حسن حسرت نے اس کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جو باتیں علامہ اقبالؒ نے بیسیوں اداؤں کے ساتھ کہی ہیں' وہ چودھری صاحب نے سیدھے

سادے الفاظ میں لکھ دی ہیں۔مولانا ظفر علی خانؒ نے ''زندگی'' کی تعریف میں نظم لکھی۔تمام ملک کے جرائد و رسائل نے خراج ادا کیا ......پنجاب یونیورسٹی نے پہلا انعام پانچ سو روپے دیا' سالہا سال یہ کتاب ادیب عالم کے نصاب میں رہی اور غالباً اب بھی شریک نصاب ہے۔

1921ء کے بعد' آپ نے پنجابی رفقاء کے ساتھ مل کر اپنی الگ راہ قائم کی' چنانچہ 1929ء میں جس مجلس احرار کی بنا ڈالی گئی تھی اس کو مسلمانوں کی ایک علیحدہ تنظیم کے طور پر زندہ کیا گیا۔تحریک کشمیر کی ہمہ گیری نے انہیں دماغِ احرار کا درجہ دیا۔سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ انہیں پیار سے احرار کے ''مہاتما جی'' کہتے تھے۔تحریک کشمیر سے لے کر دوسری جنگ عظیم کے مختلف ملی ہنگاموں تک ان کی شخصیت کے دونوں پہلو ابھرتے گئے......

ادبی زندگی میں انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔''میرا افسانہ''(2 جلد۔خود نوشت سوانح)''جواہرات'' (افسانے)''شعور''(ڈرامہ)''محبوبِ خدا''(حضور ﷺ کے سوانح)''دین اسلام''(اسلامیات)''خطوطِ افضل حق''(بیٹی کے نام خط)''تاریخ احرار''اور انگریزی میں ''پاکستان و چھوت چھات......''

افسوس ہے کہ ہمارے تنقید نگاروں نے ان کی ادبی زندگی سے انصاف نہیں کیا' حالانکہ وہ اسلوب سے لے کر مقصدیت تک صاحبِ طرز تھے۔ہمارے ہاں بعض افسانہ نگاروں نے صرف ایک مجموعہ یا ایک افسانہ کی بنا پر ادب اردو میں جگہ حاصل کی ہے اور اس کی وجہ محض ادب میں دھڑے بندی ہے ورنہ ادب کی کوئی ترازو ایسی نہیں جس میں چودھری صاحب کے رشحاتِ قلم تل نہ سکتے ہوں اور ان کا پلڑا مقابلتاً جھکا ہوا نہ ہو......اگر ادب کا مقصد تفسیر حیات' تنقید حیات اور تعمیر حیات ہے تو ''زندگی'' اس معیار پر پوری اترتی ہے' جتنا اثر اذہان پر ''زندگی'' نے ڈالا ہے اتنا شاید اس دور میں نثر کی کسی ایک کتاب نے نہیں ڈالا۔لیکن کج روی کی حد ہے کہ ادب کے سیاسی ناقدروں کی نگاہیں اس طرف اٹھتی ہی نہیں اور اٹھتی ہیں تو پیچھے کی طرف لوٹ جاتی ہیں۔

......سیاسی زندگی میں چودھری صاحب ''مسلمان سوشلسٹ'' تھے۔ایک زمانہ میں انہوں نے ''اسلام میں امراء کا وجود نہیں'' لکھ کر علماء کی صفوں میں ہیجان پیدا کر دیا تھا۔حتیٰ کہ ان کے کئی احرار ساتھی بھی ان کے خلاف ہو گئے تھے۔حالانکہ جو بات وہ کہنا چاہتے تھے' اس کے مبادی کا شعور بھی ان حضرات کو نہ تھا۔

''تاریخ احرار'' بظاہر احرار کی تاریخ ہے لیکن حقیقتاً مسلمانوں میں طبقاتی احساس کے نشوونما کی تاریخ ہے۔مرحوم نے اس کتاب میں احرار کے جھروکے سے اپنا ذہن بکمال و تمام پیش کیا ہے۔اس کے مطالعہ سے ان کے غصے اور احتجاج کا اندازہ ہوتا ہے جو ان کے دل میں امراء کے طبقہ کی بدولت کھولتے تھے۔وہ چاہتے تھے کہ قرآن مجید میں سرمایہ داری کے خلاف جو احکامات ہیں' ان کو یکجا کریں اور پھر ان تفسیروں' تعبیروں اور تاویلوں کے بخیے ادھیڑیں جنہیں مختلف اوقات میں حکمرانوں کے منشاء کے مطابق ڈھالا گیا لیکن اس کی راہ میں کئی دیواریں حائل تھیں' مثلاً:

1۔ وہ اس مضمون کی صدیوں پرانی وسعتوں کو سمیٹنے کی ہمت نہ رکھتے تھے۔

2۔ جس وقت انہوں نے اس انداز میں سوچنا شروع کیا وہ نظر و بحث کی اس تکرار کے لیے موزوں وقت نہ تھا۔

3۔ جس ماحول میں وہ خود رہ رہے تھے' وہاں ''دانشور'' تھوڑے اور ''مجذوب'' زیادہ تھے۔

تمام زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی‘ لیکن وضعداری پر ایک ثانیہ کے لیے بھی آنچ نہ آنے دی...... جو کمایا‘ احرار کی نذر کیا‘ ان کے اخلاص و دیانت کی مثالیں اس دور کی پوری تاریخ میں ناپید ہیں...... ہندوستان میں ایثار پیشہ لیڈروں کی کمی نہیں‘ گو مسلمانوں میں اس کا قحط ہی رہا‘ لیکن چودھری صاحب محدود ہونے کے باوجود بے پایاں تھے‘ انتہائی سیر چشم‘ اچھے گھرانے میں پرورش پا کر فقیری کی زندگی اختیار کی‘ دفترِ احرار کی بالائی منزل میں قدم رکھا تو پھر اترے نہیں اور اترے تو دوش پر...... آخری سفر کے لیے...... دنوں فاقے کیے لیکن دن بھر کے ساتھ بیٹھنے والوں کو خبر نہ ہونے دی۔ مسکراتا چہرہ، متحرک آنکھیں، نرم گفتار، کہیں سے پیسے مل گئے، بعض کتابوں کی رائلٹی مل گئی یا پنجاب کونسل میں حاضریوں کا چیک آ گیا تو اکثر و بیشتر احباب میں تقسیم ہو گیا۔

شاہ جیؒ کو جماعت کے لیے ضرورت ہے، مولانا حبیب الرحمٰن سوالی ہیں، ماسٹر جی کے پاس کرایہ نہیں، جانباز مانگتا ہے ،سردار شفیع کو ہل جوتنے کے لیے کچھ رقم درکار ہے، فلاں رضا کار کی شادی ہے، فلاں کارکن بیمار ہے‘ اس کے پاس دوا کے لیے پیسے نہیں...... اور چودھری صاحب ہیں کہ اپنے آپ کو بیچ کر ان مطالبات کو پورا کر رہے ہیں۔

شہر میں عید ہے، گھر میں فاقہ‘ کوئی ساتھی سویاں لے کر آ گیا تو عید ہو گئی ورنہ سب اچھا!

دو دفعہ کونسل کے ممبر منتخب ہوئے‘ ایک دفعہ نمکین ستیہ گرہ کی تحریک کے آغاز میں استعفیٰ دے دیا، تیسری دفعہ پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیا لیکن رہ گئے...... اور رہ اس طرح گئے کہ صوبجاتی خود مختاری کے تحت پہلا انتخاب تھا‘ اب کہ وزارتیں قائم ہو رہی تھیں‘ سردار سکندر حیات ہر قیمت پر شکست دلوانا چاہتے تھے‘ لاہور کے بہت سے لولے، لنجے اور ہتھ کٹے ہوشیار پور کے حلقۂ انتخاب میں درآمد کیے گئے‘ جنہوں نے بازو پھیلا پھیلا کر اعلان کیا کہ تحریک مسجد شہید گنج میں ان پر جو کچھ بیتی‘ اس کا ذمہ دار چودھری ہے۔ مسلمان جذباتی قوم، ہوا کا رخ پلٹا‘ چودھری صاحب ہار گئے۔ پھر اس کے بعد کبھی منتخب نہ ہو سکے‘ جب کھڑے ہوتے یونینسٹ پوری طاقت سے مقابلہ کرتی‘ نتیجہ یہ نکلتا کہ شکست کھا جاتے۔ ایک دفعہ راقم نے عرض کیا:

’’چودھری صاحب! الیکشن لڑنے سے فائدہ؟ ہمیشہ تو زک اٹھانا پڑتی ہے۔‘‘

ہنسنے لگے: ’’شورش! میں اس لیے الیکشن نہیں لڑتا کہ مجھے جیتنا ہی ہے‘ میں اس لیے بھی الیکشن لڑتا ہوں کہ مسلمان امراء کو یہ احساس ہو کہ غریب ان کا مقابلہ کر سکتا ہے اور غرباء میں یہ ذہن پیدا ہو کہ امراء کا مقابلہ کرنے سے عزتِ نفس بڑھتی ہے۔‘‘

چودھری صاحب کی مجموعی قید کوئی آٹھ یا نو برس ہے۔ جن سپرنٹنڈنٹوں اور جیلروں کے پاس انہیں مختلف جیلوں میں رہنے کا اتفاق ہوا‘ وہ ان کی سیرت کے شاہد تھے‘ تقریباً سب متفق الرائے تھے کہ وہ سیاسی قیدیوں میں غیرت مندی، خودداری اور بہادری کے اعتبار سے گوہر یکدانہ تھے‘ ہر سانحہ کو انہوں نے لبیک کہا‘ جو مصیبت آئی‘ خندہ پیشانی سے جھیلی‘ کبھی کسی آفت پر اُف نہ کی

...... دمہ کا مرض جیل ہی میں لگا‘ آواز صاف تھی اس میں نام کو بھی خراخراپن نہ تھا لیکن جیل خانے میں ہمیشہ کے لیے گلا رندھ گیا۔ آخری بار ستمبر 1939ء میں قید ہوئے ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی میں دمہ الٹا‘ حکومت نے علالت کو جان لیوا ہوتا دیکھا تو رہا کر دیا‘ بہتیرا علاج کیا لیکن:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آخر افقِ حریت کا یہ ستارہ 8/جنوری 1942ء کو ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

انسانی سیرت کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ جو لوگ اس میں رچ بچ گئے ہوں وہ بھی اس کے کردار کی گواہی دیں۔ چودھری

صاحب کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ انہوں نے زندگی کے ہر موڑ میں ساتھیوں سے خراج وصول کیا۔ ان کے سب سے بڑے دشمن کا نام حقہ تھا۔ وہ تمباکو نوشی کے سخت خلاف تھے' انہوں نے اپنی کتابوں میں بھی اس کے خلاف جہاد کیا اور مسلمانوں کی سیاسی تحریکوں کی ناکامی کے اسباب میں اس کو سرفہرست رکھا ہے۔ اس کا تلخ تجربہ انہیں تحریک کشمیر میں ہوا' جبکہ احرار کے فراہم شدہ زراعانہ میں سے نصف روپیہ قیدی رضا کاروں کو سگریٹ مہیا کرنے میں اٹھ گیا۔ کیونکہ بصورت دیگر ان کے معافی مانگ کر نکل آنے کا اندیشہ تھا اور اس صورت میں عزت بھی ختم ہو جاتی' اس کے علاوہ وہ حقہ نوش کو کاہل سمجھتے اور تمباکو کی مضرتوں کو ام الامراض سے تعبیر کرتے تھے۔

ان کے سامنے کوئی حقہ نہیں پی سکتا تھا۔ عام رضا کاروں کو ہمیشہ اجتناب کی تلقین کرتے بلکہ ان سے عہد لیتے' مطلب کی بات یہ ہے کہ احرار کے ممتاز رہنماؤں میں ایک آدھ رہنما کے سوا چوٹی کے سبھی لیڈر حقہ نوشی کے خلاف تھے......

افراد جماعت کے بارے میں ان کا نقطہ نگاہ اتنا صاف تھا کہ بسا اوقات پڑھ کر حیرت ہوتی' بعض سیاسی تحریکوں کے متعلق انہوں نے عجیب وغریب تجزیئے کئے ہیں۔ علامہ اقبال کو وہ اپنی صف میں سے سمجھتے تھے' مولانا ابوالکلام آزادؒ علم کا شہنشاہ جن کے ماتھے پر داغدار الفاظ سے شکن آجاتی ہے۔ جواہر لال نہرو کو سیاست کا لاڈلا بچہ جو چاندی کا چمچ لے کر پیدا ہوا ہے۔ گاندھی جی کو شاطر سیاستدان جو مہاتما اور مدبر کا ایک دلآویز آمیزہ تھے۔ کانگریس کو وہ ہندو سرمایہ داری کا قلعہ اور مسلم لیگ کو ظالم امراء کی آخری جائے پناہ سمجھتے تھے۔ غرض خلاصہ کلام یہ تھا کہ:

''امراء کبھی اس غریب کو ساتھ لے کر نہیں چلتے جو ان کی بات پر سوچتا ہو' ان سے اختلاف کرے' ان کے مقابلہ میں ذہین ہو اور ان سے علیحدہ بھی اپنی شخصیت کو ابھار سکے۔''

چودھری صاحب میں یہ چاروں خصوصیتیں بدرجہ آخر تھیں۔ نتیجہ معلوم کہ وہ بساطِ سیاست پر ایک پٹے ہوئے مہرے کی طرح ختم ہو گئے' حتیٰ کہ زمانے کے ساتھ انہیں دوست بھی بھول گئے۔

نام اس کا ملت بیضا کے پروانوں میں تھا
وہ بہر صورت عظیم الشان انسانوں میں تھا
تذکرہ اس کا ادب کے تذکروں کی آبرو
غلغلہ اس کا سیاست کے دبستانوں میں تھا

(''نقوش'' سیرت نمبر)

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس' تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

جناب محمد رفیق تارڑ
(سابق صدرِ پاکستان)

مولانا ظفر علی خانؒ
ایک عظیم حریت پسند اور جرأت مند قلمکار

میرا تعلق اسی سرزمین سے ہے جہاں بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان نے آنکھ کھولی، اپنا بچپن گزارا اور نصف صدی سے زائد عرصہ تک عظیم قومی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے بعد اسی سرزمین میں آسودۂ خاک ہوئے۔ آج مولانا کو ہم سب سے جدا ہوئے چالیس سال ہو چکے ہیں۔ اس عرصے میں ایک نسل جوانی کی سرحدیں عبور کر کے بڑھاپے کی دہلیز پر ہے۔ اس نسل میں ایسے لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہوگی جو مولانا کے افکار و کردار سے مکمل آگاہی رکھتے ہوں بلکہ ایک اچھی خاصی تعداد ان خواتین و حضرات کی ہوگی جو شاید مولانا مرحوم کے نام تک سے بھی واقف نہ ہوں۔ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ ہم نے انہیں مولانا اور دوسرے قومی محسنوں سے روشناس کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ جو قومیں اپنے محسنوں کو فراموش کر دیتی ہیں، وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بتدریج زندگی کی رعنائیوں سے محروم ہوتی چلی جاتی ہیں اور بالآخر تاریخ کے اوراق میں گم ہو جاتی ہیں۔

آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ نئی نسل کو بتایا جائے کہ ہمیں ایک ایسے سپر پاور نے غلام بنا لیا تھا کہ جس کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ مولانا ظفر علی خانؒ نے اس سپر پاور کو ایسے وقت میں للکارا جب اس کا اقتدار نصف النہار پر تھا اور دنیا کی کسی طاقت میں اس کے مدمقابل آنے کا حوصلہ نہ تھا۔ مولانا نے اپنے باطل شکن قلم، حق گو زبان اور بے باک روزنامہ ''زمیندار'' کے ذریعے مسلسل نصف صدی سے زائد عرصہ تک فرنگی سامراج کے خلاف کامیاب جدوجہد کی اور اسے اپنی آنکھوں سے برصغیر سے رخصت ہوتے دیکھ لیا۔ مولانا کی للکار سے برطانوی حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو جایا کرتا تھا۔ آج سے پون صدی قبل برطانوی سامراج کو للکارنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔

مولانا نے ایسے ہی وقت میں فرمایا:

قسم ہے جذبۂ حُبِّ وطن کی بے پناہی کی
ہمارا دیس غیروں کا غلام اب رہ نہیں سکتا

مزید فرمایا:

زوال اس سلطنت کا ٹل نہیں سکتا ٹالے سے
اپنی ہی رعایا سے پڑا ہو جس کو ٹکرانا

جب مولانا اپنے افکار اور کردار کے حوالے سے قید و بند کی آزمائشوں سے گزرے تو انہوں نے فرنگی کی قائم کردہ عدالتوں کے طرزِ انصاف کا مشاہدہ کیا اور علی الاعلان اس کی مذمت کی۔

مولانا، فرنگی سامراج اور اس کے گماشتے، جن میں قادیانی، ٹوڈی جاگیردار اور جعلی پیر سرفہرست تھا کو اپنی بے مثال شاعری کے اڑنگے پر لا کر ایسی پٹخنی دیتے کہ انہیں دن میں تارے نظر آنے لگتے۔

انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی‘ اس لیے اسے اپنی حکومت کے عدم استحکام کو خطرہ بھی ان کی طرف سے تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک پرانے وفادار کو‘ جس نے 1857ء کی جنگ آزادی میں اپنے ہم وطنوں کے خلاف ان کی مدد کی تھی‘ کے بیٹے مرزا غلام احمد قادیانی سے نبوت کا دعویٰ کروا کر یہ فتویٰ حاصل کیا کہ نعوذ باللہ جہاد حرام ہو گیا ہے۔ مولانا نے اپنے شعری مجموعہ ’’ارمغان قادیان‘‘ کے ذریعے اس نبوت کے داعی اور اس کے نام نہاد خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے چہرہ سے جعلی تقدس کا نقاب نوچ کر عامتہ الناس کو اس کی اصلی صورت دکھا کر رسوا کر دیا۔

پنجاب اسمبلی کی عمارت کے پیچھے ایک سڑک‘ جس کا نام کیپٹن انوار الحق شہید روڈ رکھا گیا تھا‘ خدا معلوم لاہور والے اس سڑک کو شہید کے نام سے کیوں نہیں پکارتے۔ 31 سال گزر جانے کے باوجود بھی اس سڑک کو غیر ملکی حکمرانوں کی فوج کے ایک جرنیل منٹگمری کے نام سے ہی بولتے اور لکھتے چلے آتے ہیں۔ اس فوج کا جرنیل جس کی فوج نے ہمارے آباؤ اجداد کو غلام بنایا تھا‘ اس سڑک پر ایک پراسراری عمارت اب بھی موجود ہے‘ جس پر ہر وقت ڈھول جمی رہتی ہے کبھی یہ عمارت ’’سیسل ہوٹل‘‘ کے نام سے لاہور کے ارباب نشاط کا مرکز و محور ہوا کرتی تھی۔ اس میں ایک اطالوی حسینہ ’’مس روفو‘‘ ناچنے گانے کا دھندہ کیا کرتی تھی۔ آنجہانی سر ظفر اللہ خان قادیانی اس عمارت کے قرب و جوار میں ایک بنگلے میں رہا کرتا تھا۔ اس کے ’’نبی کا خلیفہ ثانی‘‘ بشیر الدین محمود جب کبھی قادیان سے لاہور آتا تو اپنے باپ کے اس پیروکار کے پاس ٹھہرتا۔ اس آنے جانے میں ’’مس روفو‘‘ سے اس کی دوستی ہو گئی اور وہ اسے اپنے بچوں کی ٹیوٹر بنا کر قادیان لے گیا۔ لاہور کے ارباب نشاط اس اغوا بالرضا کے خلاف سراپا احتجاج بن گئے اور داد رسی کے لیے مولانا ظفر علی خانؒ کے پاس پہنچے۔ دوسرے دن ’’زمیندار‘‘ میں ایک پھڑکتی ہوئی نظم شائع ہوئی:

عشاقِ شہر کا ہے ’’زمیندار‘‘ سے سوال — ہوٹل سیسل کی رونقِ عریاں کہاں گئی
اس کے جلو میں جاں گئی ایماں کے ساتھ ساتھ — کیا کیا نہ تھا جو لے کے وہ جانِ جہاں گئی
خوفِ خدائے پاک دلوں سے نکل گیا — آنکھوں سے شرمِ سرورِ کون و مکاں گئی
بن کر خروشِ حلقۂ رندانِ لم یزل — لے کر گئی وہ حشر کا ساماں‘ جہاں گئی
روما سے ڈھل کے برق کے سانچے میں آئی تھی — اب کس حریمِ ناز میں وہ جانِ جاں گئی
یہ چیستاں سنی تو ’’زمیندار‘‘ نے کہا — اتنا ہی جانتا ہوں کہ وہ قادیاں گئی

(روزنامہ ’’زمیندار‘‘ 15 / مارچ 1934ء)

مولانا‘ ہندو، انگریز، مرزائی اور ٹوڈی جاگیرداروں سے بیک وقت چومکھی لڑتے اور سب کو چاروں شانے چت گراتے۔ ہندو اخبار اکٹھے مل کر زمیندار پر حملہ آور ہوتے مگر مولانا اپنے قلم کی طاقت سے انہیں ذلیل و رسوا کر کے پسپا کر دیتے۔ ایک دفعہ کرشن چند ناز نے اپنے اخبار میں ایک نظم شائع کی‘ جس کا عنوان تھا ’’بھتنی‘‘ اگلے دن مولانا نے زمیندار میں اسی ردیف قافیے میں ایک زوردار نظم شائع کر دی۔

مولانا کے قلم کی جولانیوں نے زمیندار کا پلڑا ہمیشہ ہندو اخباروں پر بھاری رکھا۔ مزید فرمایا:

اللہ کا سایہ پھر زمیندار کے سر پر
پنجاب کے سر پر ہے زمیندار کا سایہ

مولانا زاہدالراشدی

مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات
ایک قومی سانحہ

مولانا شاہ احمد نورانی کا نام پہلی بار 1970ء میں سنا جب وہ کراچی سے جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور پھر دھیرے دھیرے قومی سیاست کے افق پر آگے بڑھتے چلے گئے۔ اس وقت جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی تھے لیکن اس کے بعد مولانا نورانی کو جے یو پی کا صدر منتخب کیا گیا اور وہ آخر عمر میں اس منصب کے ساتھ قومی سیاست میں متحرک کردار ادا کرتے رہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے نام سے سیاسی جماعت سب سے پہلے دیوبندی مکتب فکر کے جمعیت علماء ہند سے تعلق رکھنے والے سرکردہ علماء کرام حضرت مولانا محمد صادق آف کھڈہ کراچی، حضرت مولانا عبدالحنانؒ آف راولپنڈی، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، حضرت مولانا سید گل بادشاہؒ آف سرحد، حضرت مولانا مفتی ضیاء الحسن لدھیانویؒ آف ساہیوال اور حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ آف گوجرانوالہ نے قائم کی تھی۔ یہ سب جمعیت علماء ہند سے تعلق رکھتے تھے جبکہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں کام کرنے والی جمعیت علماء اسلام کا 'جمعیت علماء ہند سے' تحریک پاکستان کی حمایت یا مخالفت کے مسئلہ پر اختلاف تھا۔ چنانچہ مذکورہ بالا حضرات نے جمعیت علماء پاکستان کے نام سے ایک تنظیم قائم کر کے اپنے رفقاء کو منظم کرنا چاہا مگر اس وقت کے حالات میں وہ آگے نہ بڑھ سکے۔ میں نے حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ سے متعدد بار اس کا تذکرہ سنا ہے اور ان کے کاغذات میں اس جمعیت کی کچھ کارروائیاں بھی دیکھی ہیں مگر وہ جمعیت متحرک نہ ہو سکی اور جمعیت علماء پاکستان کے نام سے بریلوی مکتبِ فکر کے علماء کرام نے تنظیم قائم کر کے کام شروع کر دیا۔ ایک دور میں جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ کے سجادہ نشین صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ تھے۔ وہ قیام پاکستان سے قبل مجلس احرار اسلام میں شامل رہے ہیں اور ان کا شمار احرار کی صفِ اوّل کی قیادت میں ہوتا تھا۔ ان کی رہائش گوجرانوالہ میں تھی اور حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ کا ان سے دوستانہ تعلق تھا۔ اس لیے مجھے بھی ان کے پاس حاضر ہونے کا موقع ملتا رہتا تھا اور نیازمندی کا یہ تعلق آخر وقت تک رہا۔

1970ء کے انتخاب سے قبل ان کی بجائے حضرت خواجہ قمرالدین سیالویؒ کو جے یو پی کا سربراہ چنا گیا اور الیکشن کے بعد جب جمعیت علماء پاکستان کے سات منتخب ارکان پر مشتمل پارلیمانی گروپ مولانا شاہ احمد نورانی کی سربراہی میں قومی اسمبلی میں قائم ہوا تو ان کی صلاحیتوں اور ابھرتی ہوئی شخصیت کے پیش نظر جے یو پی کی صدارت کا منصب بھی انہیں سونپ دیا گیا۔ جے یو پی کے تنظیمی محاذ پر انہیں مولانا عبدالستار خان نیازیؒ کی رفاقت میسر آئی، جن کا شمار تحریک پاکستان کے سرگرم کارکنوں میں ہوتا تھا اور جو اس سے قبل پنجاب اسمبلی کے رکن رہ چکے تھے۔ مولانا نیازیؒ اس سے قبل تحریک خلافت کے عنوان سے سیاسی میدان میں متحرک رہے تھے لیکن

الیکشن میں جے یو پی کی نمایاں پیش قدمی کے بعد وہ مولانا نورانی کے ساتھ میدان میں اترے اور دونوں کی مسلسل اور پرخلوص جدوجہد نے جمعیت علماء پاکستان کو چند سرکردہ علماء اور مشائخ کے حلقہ ہائے ارادت کے دائرہ سے نکال کر ایک عوامی سیاسی جماعت کا رنگ دے دیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی میرٹھ سے تعلق رکھتے تھے اور وہاں سے ہجرت کر کے کراچی میں آباد ہوئے تھے‘ ان کے والد محترم مولانا عبدالعلیم صدیقی مرحوم کا شمار مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے خلفاء میں ہوتا تھا اور ان کی پیری مریدی کا سلسلہ پاکستان اور ہندوستان کے ساتھ ساتھ یورپ اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا تھا جبکہ مولانا نورانی کی شادی مدینہ منورہ میں مولانا فضل الرحمٰن مدنیؒ کے خاندان میں ہوئی۔ انہیں اردو اور انگریزی کے علاوہ عربی، فارسی، فرانسیسی، جرمن، سواحلی اور دیگر متعدد زبانوں پر عبور حاصل تھا اور 1970ء کے الیکشن سے قبل ان کی تگ و تاز کا میدان دنیا کے مختلف حصوں میں ان کے والد مرحوم کے مریدوں اور عقیدت مندوں کے وسیع دائرہ میں پھیلا ہوا تھا جس میں خود مولانا نورانی کی مساعی سے بھی خاصا اضافہ ہوا مگر ان کے اصل جوہر قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے بعد پارلیمانی محاذ پر کھلے اور انہوں نے بہت جلد ایک منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین کی حیثیت سے خود کو تسلیم کرالیا۔ اس وقت قومی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کے قائد پہلے خان عبدالولی خان اور ان کی گرفتاری کے بعد مولانا مفتی محمودؒ تھے جبکہ اپوزیشن میں ان کے ساتھ مولانا نورانی ایک متحرک، مدبر اور صاف گو رہنما کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ 1973ء کے دستور کی تیاری اور پھر تحریک ختم نبوت میں انہوں نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے اور دستور میں اسلامی دفعات کو شامل کرانے اور پاکستان کی اسلامی نظریاتی حیثیت کے دستوری تحفظ میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ خان عبدالولی خان جلد گرفتار ہو کر جیل چلے گئے تھے لیکن سچی بات ہے‘ سقوط ڈھاکہ کے بعد بچے کھچے پاکستان کو سنبھالنے اور ملک کو ایک متفقہ دستور دینے اور دستور میں اسلام کی بنیادی دفعات کو سمونے میں اس دور کی مختصر اپوزیشن نے جو شاندار کردار ادا کیا‘ اس میں مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ مولانا ظفر احمد انصاریؒ اور پروفیسر غفور احمد کا کردار ملک کی دستوری تاریخ میں ہمیشہ پاکستانی قوم کے محسنوں کے طور پر ذکر ہوتا رہے گا۔ 1974ء میں جب ملک میں قادیانی گروہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک چلی تو اسی اپوزیشن نے قومی اسمبلی کا محاذ سنبھالا اور اپنے اتحاد اور مشترکہ جدوجہد کی وجہ سے یہ مورچہ بھی سر کر لیا۔ اس وقت قومی اسمبلی میں اپوزیشن‘ تعداد کے لحاظ سے اگرچہ بڑی نہیں تھی لیکن مذکورہ بالا بھاری بھرکم شخصیات اور ان کے بے داغ کردار نے اسے ایک طاقتور اپوزیشن کی حیثیت دے دی تھی اور اپوزیشن کو یہ مقام دلوانے میں مولانا نورانی کا کردار بھی نمایاں تھا۔

1977ء کے انتخابات سے قبل جب ملک کی نو سیاسی جماعتوں نے ''پاکستان قومی اتحاد'' کے نام سے مشترکہ پلیٹ فارم قائم کیا تو اس کے سربراہ مولانا مفتی محمودؒ تھے جبکہ مولانا نورانیؒ کی جمعیت کے سیکرٹری جنرل جناب رفیق احمد باجوہ کو قومی اتحاد کا سیکرٹری چنا گیا۔ 1977ء کے انتخابات کے لیے قومی اتحاد کی انتخابی مہم اور پھر انتخابات میں دھاندلی کے خلاف عوامی جدوجہد کو منظم کرنے میں مولانا نورانی نے سرگرم کردار ادا کیا اور قومی سیاست میں ان کی پختہ کاری اور عزم و استقامت کا ایک مظاہرہ اس وقت سامنے آیا کہ جب پاکستان قومی اتحاد کی احتجاجی تحریک کے دوران جو عوام کے دینی جذبات کی وجہ سے تحریک نظام مصطفیٰ کا عنوان اختیار کر چکی تھی۔ قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل اور مولانا نورانی کے رفیق کار جناب رفیق احمد باجوہ نے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے ساتھ خفیہ ملاقات کی تو مولانا نورانی نے اس کا سخت نوٹس لیا اور اپنے اس پرانے رفیق کی قربانی دینے میں ایک لمحہ کی

تاخیر نہیں کی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس نازک مرحلہ میں مولانا نورانی اپنے اس رفیق کے لیے تھوڑی سی لچک بھی دکھا دیتے تو قومی اتحاد اور تحریک نظام مصطفیٰ دونوں کا شیرازہ بکھر جاتا لیکن انہوں نے تحریک اور اس عظیم مقصد کی خاطر اپنے سیکرٹری جنرل کی قربانی دے کر اصول پرستی، بیداری اور استقامت کا شاندار مظاہرہ کیا اور ان کا یہ کردار تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

مولانا نورانی نے 78 برس عمر پائی ہے اور 1970ء سے اب تک وہ قومی سیاست کا ایک متحرک کردار رہے ہیں۔قومی اسمبلی اور سینٹ دونوں کے باری باری رکن رہے ہیں۔ان کے حلقہ ارادت کا دائرہ دنیا کے کئی براعظموں تک وسیع ہے۔وہ جوہر شناس تھے اور ہیروں کا کاروبار کرتے تھے اور دولت کے حصول اور پرتعیش زندگی کے اسباب کبھی ان کی دسترس سے باہر نہیں رہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے سادہ زندگی گزاری ہے۔میں نے کراچی صدر میں ان کی اس رہائش گاہ میں متعدد بار حاضری دی ہے جو نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک ان کا مسکن رہی ہے اور ایک فقیر منش عالم دین کی رہائش گاہ تھی جو کرائے کے فلیٹ میں تھی۔ان کے رہن سہن کا انداز پرانے وضعدار اور باوقار علماء کی یاد تازہ کرتا تھا اور ان کی مہمان نوازی اور ملن ساری کے نقوش ذہنوں میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو جایا کرتے تھے۔ان کے مزاج میں بذلہ سنجی اور خوش طبعی کا پہلو نمایاں تھا۔موقع محل کے مطابق ہلکے پھلکے فقرے چست کرنے میں انہیں کمال حاصل تھا اور وہ لمحوں میں کسی بھی محفل کو زعفراں زار بنا دیا کرتے تھے لیکن تہذیب وشائستگی کا دامن انہوں نے کبھی نہیں چھوڑا جس کی شہادت کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ان کے ایک بڑے سیاسی حریف کی بیٹی جو خود بھی ان کی شدید سیاسی تنقید کا نشانہ بنتی رہیں ہیں یعنی محترمہ بے نظیر بھٹو نے ان کی وفات پر جو تعزیتی بیان دیا ہے اس میں اس بات کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے کہ وہ اختلاف کا اظہار اور تنقید تہذیب کے دائرے میں رہ کر کیا کرتے تھے۔

مولانا نورانیؒ مسلکاً بریلوی تھے اور ڈھیلے ڈھالے نہیں بلکہ پختہ کار بریلوی تھے اور میں اس بات کا عینی شاہد ہوں کہ جہاں بھی مسلک کی بات آئی ہے' ان میں کوئی لچک دیکھنے میں نہیں آئی لیکن اس کے باوجود مشترکہ دینی معاملات میں انہوں نے مشترکہ جدوجہد اور رابطہ ومعاونت سے کبھی گریز نہیں کیا۔سیاسی معاملات ہوں یا دینی' ملک کی مختلف الخیال جماعتوں اور حلقوں کے درمیان رابطہ ومفاہمت کے فروغ اور اتحاد واشتراک کے اہتمام میں ان کا کردار ہمیشہ نمایاں رہا ہے۔اپنی زندگی کے آخری سالوں میں انہوں نے افغانستان میں طالبان حکومت کی حمایت ،افغانستان کی قومی خودمختاری اور آزادی کے تحفظ،امریکہ کی استعماری یلغار کی مخالفت اور پاکستان کے قومی اور داخلی معاملات میں امریکی مداخلت کی مذمت ومزاحمت میں جو شاندار کردار ادا کیا' وہ ہماری قومی تاریخ کے ایک مستقل باب کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔یہی وجہ ہے کہ ملک کی دینی قوتوں نے متحدہ مجلس عمل کے نام سے سیاسی اتحاد قائم کیا تو اس کی سربراہی کے لیے نمایاں اور حقدار شخصیت انہی کی سامنے آئی اور وہ ملک میں جمہوری اقدار کی بحالی،قومی خودمختاری کے تحفظ ،دستور کی بالادستی اور عالمی سطح پر امریکی استعمار کی اسلام دشمنی کے خلاف جدوجہد کی قیادت کرتے ہوئے' اس شان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں کہ پوری قوم غم واندوہ میں ڈوب گئی۔تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور دینی کارکن ان کی جدائی کی کسک اپنے دلوں میں محسوس کر رہے ہیں اور بلاامتیاز ہر طبقہ ان کی دینی وقومی خدمات پر خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ دیں اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ (آمین یارب العالمین)

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

اک سفراچھارہا

7 ردسمبر کو پونے پانچ بجے شام' مہرا یکسپریس کے ذریعے' میں ملتان سے راولپنڈی روانہ ہوا۔گاڑی' کوٹ ادو، لیہ، کندیاں ،فتح جنگ سے ہوتی ہوئی' صبح کوئی سات بجے گولڑہ شریف پہنچی۔گولڑہ شریف' حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ مرجع خلائق ہے:

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا' گستاخ اکھّیں کتھے جالڑیاں

حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی سعادت منداولاد میں سے بابو جی محی الدین رحمتہ اللہ علیہ کو ریلوے انجن سے بڑی رغبت تھی۔اُن کا کہنا تھا کہ انجن میں بڑی خوبی یہ ہے کہ سواریوں سے بھرے ہوئے ڈبوں کو کھینچے لیے جاتا ہے اور ہر ایک کو اپنی اپنی منزل پہ پہنچاتا ہے۔شاید بابو جی کی اس مرغوب تمثیل کے پیش نظر ہی محکمہ ریلوے نے گولڑہ شریف سٹیشن کو جہاں ریلوے کے پورے نظام میں استعمال ہونے والی تمام اشیاء(کراکری، فرنیچر، سگنل، لائن وغیرہ) کو رنگ برنگ پینٹ کے ساتھ بڑے سلیقے سے سجایا ہے۔وہاں پرانے اور نئے انجنوں کے ماڈل بھی بڑی خوبصورتی سے' شیشے کے پینس میں جاذب نظر بنا کر پیش کئے گئے ہیں کہ بچے تو بچے بڑے بھی انہیں شوق کے ساتھ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔گولڑہ شریف سے اسلام آباد کے راستے میں ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیاں ،اونچے نیچے راستے ،سبزہ ہی سبزہ! کچے گھروندوں میں بھی سرو اور چنار کے درخت عجب بہار دکھا رہے تھے۔سرسبز پہاڑوں کے حصار میں فیصل مسجد اوراس کے پہلو میں ہلکی پھلکی خنکی، صبح کا سہانا سماں ،سورج کے طلوع ہونے کا منظر بہت ہی دلکش تھا۔

اسلام آباد سے شیخوپورہ کا سفر موٹر وے سے طے کیا۔پہلا پڑاؤ'' کلر کہار'' آیا۔بلند وبالا پہاڑ کے ایک کٹاؤ میں'' پی کاک'' اور'' ڈی لائٹ'' دو ہوٹل ،ایک خوبصورت مسجد، لان اور کیاریاں ،قسم قسم کے پودوں سے مزین ،حسین گملے۔پنڈ دادنخان ،کوٹ مومن ،بھیرہ ،بھلوال ،دریائے جہلم ، پہاڑوں کا ایک لامتناہی سلسلہ......!عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کس طرح پہاڑوں کو بارود کے ذریعے' روئی کے گالوں کی طرح اڑا کر' یہ خوبصورت سڑک تعمیر کی گئی ہے۔وہ انجینئر ،مزدور بے شک قابل صد تحسین کہ جن کی محنت سے اتنا عظیم منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔جگہ جگہ'' ہنگامی کال'' کے پوائنٹ ،ون وے دورویہ بلکہ سہ رویہ سڑک ،سڑک کے دونوں جانب قطار اندر قطار ،چنار اور سفیدے کے درخت ،اردگرد لوہے کا جنگلہ کہ کوئی جانور اندر آ کر ٹریفک کی روانی میں حائل نہ ہو۔فضاؤں میں ٹھنڈی اور یخ بستہ ہوا اور ہوا میں بجتے ہوئے پتوں کی شہنائی ،صاف و شفاف ندیوں میں جھر جھر کرتا ہوا ٹھنڈے پانی کا جھرنا......دل فریب مرغزاروں کی دنیا......نیلگوں آسمان پر نیلی نشلی جوش کھاتی ہوئی وسعتیں...... پوری آب وتاب سے چمکتا ہوا چاند......ہیرے کی کنیوں کی طرح دمکتے ہوئے ستارے......نیزے کی انیّوں کی طرح تیز کانٹوں سے لدے ہوئے کیکر اور ببول کے درخت ،مختلف رنگوں میں کٹے پھٹے پہاڑوں کی چٹانیں ......ہموار اور ناہموار راستے ......جنگلی پودوں پر خوبصورت پھولوں کی مہک ،کلیوں کی چٹک ،کانٹوں کی کسک ،بلبل کی

چہک، نرگس کی ادا اور کوئل کی صدا......غم والم کو غلط کر دینے والے قدرت کے حسین ودلکش مناظر، سرسبز پہاڑیاں اور ان پہاڑیوں کے لامتناہی سلسلوں پر جنگلی جھاڑیاں اور:

کھردرے ٹیلوں میں عظمت، پتھروں پہ بانکپن

گیروی رنگ کے چھوٹے چھوٹے میدان، میدانوں میں ننھی منی، سرسبز وشاداب کھیتیاں، ابر پاروں میں ابھرتا ہوا ماہ دلکشا، بادلوں کے خیمے اور کہرے کی قناتیں کہ جہاں عروسِ صبح اور اُداس شام کا سینہ، سرد ہواؤں کے نشتر سے باری باری چھیلا جاتا ہے اور پھر یہ سرد ہوا اپنے محبوب پتوں کی میت کو کاندھوں پہ لے کر چیختی چلاتی پھرتی ہے۔ ایسے ہی خطوں کی سیاحت سے لطف اندوز ہوتا رہا ''سیروا فی الارض'' کی تفسیر دیکھتا رہا۔ ایسے میں مجھے خوشی محمد ناظر کی نظم ''جوگی'' یاد آنے لگی جو ہم نے آٹھویں کلاس کی اردو کتاب میں پڑھی تھی:

کل صبح کے مطلعٔ تاباں سے جب عالم بقعۂ نور ہوا
سب چاند ستارے ماند ہوئے خورشید کا نور ظہور ہوا
جانانہ ادائے گلبن تھی ' مستانہ ہوائے گلشن تھی
ہر وادی وادیٔ ایمن تھی ' ہر کوہ پہ جلوۂ طور ہوا
واں کلّہ کوہ پہ رہتا تھا ' اک مست قلندر بیراگی
تھی راکھ جٹوں میں جوگی کے اور انگ بھبوت رمائی تھی
تھا راکھ کا جوگی کا بستر اور راکھ کا پیراہن تن پر
تھی ایک لنگوٹی زیبِ کمر جو گھٹنوں تک لٹکائی تھی
جب جوگی سے آنکھیں چار ہوئیں تب جھک کر میں نے سلام کیا
پھر اُس بن باسی نے ناظر سے یوں کلام کیا
کیوں بابا! ناحق جوگی کو تم کس لیے آ کے ستاتے ہو
میں پنکھ پکھیرو بن باسی، تم جال میں آ کے پھنساتے ہو
کوئی رونا دال چپاتی کا ' کوئی دعویٰ گھوڑے ہاتھی کا
کوئی شکوہ سنگی ساتھی کا تم ہو کو سنانے آتے ہو
شہروں میں ہے غل شور بہت ' بستے ہیں نگر میں چور بہت
ہے جھوٹ فریب کا زور بہت، سادھوں کی ہے بن میں جا بابا!
یہ دنیا رام کہانی ہے یہ دولت آنی جانی ہے
یہ عالم ' عالمِ فانی ہے 'باقی ہے ذاتِ خدا بابا

واقعی یہاں کے باسی، اغراض کے گہرے پردوں اور الفاظ کے جھوٹے نگوں سے خالی ہیں۔ یہ لوگ پیزہ، برگر، کے ایف سی، میکڈانلڈ کی روشن خیالی سے نسبتاً پاک ہیں کہ ان کی:

باتوں میں اک خلوص ہے، لہجے میں اک مٹھاس

ان کے دلوں میں کوئی کھوٹ نہیں۔ گنے کی پور کی طرح صاف ستھرے ہیں۔ میں ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ شیخوپورہ انٹرچینج آ گیا۔ دوسرے دن لاہور سے خیبر میل کے ذریعے ملتان کی راہ لی۔ گاڑی مسافروں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ بوتل، جوس، چائے، کھانے، سلنٹی ٹافی بیچنے والوں کا ایک شور تھا کہ ایک عورت کی آواز سنائی دی جو اپنے خاوند سے کہہ رہی تھی۔ ''میں گلّی اپنے بہناں بھراواں لئی کافی آں...... میں اوہنوں دو سناواں گی تے اوہنوں ٹھنڈ پوے گی......ایویں نئیں اوہنے بندہ بنناں......'' دوسری طرف سے موبائل فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ ایک خاندان، کوٹ رادھا کشن سے اوکاڑہ جا رہا تھا۔ کوئی پندرہ کے قریب نفری ہوگی کہ بچّے کافی۔ اللہ معافی! ایک عورت نے فون آن کیا۔ ''ہاں! کی گل اے...... میں صُغراں بول رہی آں۔ اَسّی اوکاڑے جارہے آں......گڈّی پتوکی توں گزر رہی اے......بی بی تے رَجّی وی نال نے......!'' ایک عورت نے پیچھے سے لقمہ دیا'' اینوں پچُھ......پلکے اوکاڑے آوے گا؟'' ایک بچے نے

سویاں دال خریدیں...... ’’بی بی‘‘ نے غصّہ سے کہا: ’’کی گل اے؟ جرا کومنہ بند نہیں رہ سکدا۔ گھروں کھا پی کے ای چلّے سی‘‘ میرے ساتھ تبلیغی جماعت کا ایک نوجوان محوِ گفتگو تھا۔ ’’بزرگ کہتے ہیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی...... یقین نہیں تو کر کے دیکھو۔ سب کام اللہ سے ہونے کا یقین آ جائے تو انسان کامیاب ہے...... زندگی میں ایک چلّہ لگانا تو ضروری ہے۔‘‘ ساتھ بیٹھے بزرگ نے دخل دیا ’’بیٹا! تمہاری باتیں بالکل درست، تمہارا کام بہت عظیم! لیکن صرف اُس وقت جب ساتھ ساتھ آدمی معاملات میں بھی کھرا ہو۔ روزی حلال کرے' جھوٹ فریب سے کام نہ لے۔ بیوی بچوں اور دوسروں کے دکھ درد کا احساس کرے۔ امانت میں خیانت نہ کرے۔ کم نہ تولے۔ بھائی کا حق نہ مارے......‘‘ یہ باتیں جاری تھیں کہ ملتان آ گیا۔ اور دوسرے ڈبّے سے ایک فقیر کی آواز آ رہی تھی۔

دلا! غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے — باغیچے چھوڑ کر ' خالی زمیں اندر سمانا ہے

نہ بیلی ہو سکے بھائی 'نہ بیٹا باپ تے مائی — تو کیوں پھرتا ہے سودائی' عمل نے کام آنا ہے

مدرسہ کیا ہے؟

’’مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے جہاں آدم گری و مردم سازی کا کام ہوتا ہے۔ جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں' مدرسہ عالم اسلام کا پاور ہاؤس ہے جہاں اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے' مدرسہ کا ایک سرا نبوت محمدی سے ملا ہوا ہے اور دوسرا اس زندگی سے' وہ نبوتِ محمدی ﷺ کے چشمۂ حیات سے پانی لیتا ہے اور زندگی کے ان کشت زاروں کو سیراب کرتا ہے۔ اگر وہ اپنا کام چھوڑ دے تو تمام کھیت سُوکھ جائیں اور انسانیت مُرجھانے لگے' نہ نبوتِ محمدی کا دریا پایاب ہونے والا؛ انسانیت کی پیاس بجھنے والی نہ نبوتِ محمدی کے چشمۂ فیض سے بُخل و انکار ہے نہ ہی انسانیت کے کاسۂ گدائی سے استغفار کا اظہار' ادھر سے ’’انّما انا قاسم‘‘ کی صدائے مکرّر ہے اور ادھر سے ’’ھل من مزید‘‘ کی فغانِ مسلسل' اور مدرسہ سے بڑھ کر کون سا زندہ' متحرک اور مصروف ادارہ ہوسکتا ہے' زندگی کے مسائل بے شمار' زندگی کے رہزن بے شمار' مدرسہ نے جب زندگی کی رہنمائی اور دستگیری کا ذمّہ لیا تو اسے اب فرصت کہاں؟‘‘ (مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

تبدیلی ٹیلی فون نمبر' مرکز احرار چیچہ وطنی

سراجیہ دواخانہ' چیچہ وطنی میں جناب عبداللطیف خالد چیمہ کا فون نمبر تبدیل ہوگیا ہے۔ احباب رابطہ کے لیے نوٹ فرما لیں۔

نیا نمبر: 0445-485953

پرانا نمبر: ~~610953~~

ترتیب: الیاس میراں پوری

ظلمت سے نور تک

پشاور: 17 قادیانی خاندانوں پر مشتمل 107 افراد نے اسلام قبول کرلیا

پشاور (ضربِ مومن نیوز) پشاور کے نواحی علاقے میں علماء کرام کی محنت کے نتیجے میں 107 قادیانی خاندانوں نے اسلام قبول کرلیا۔ تفصیلات کے مطابق نواحی علاقے شیخ محمدی میں مقیم محلّہ قاضیاں سے تعلق رکھنے والے قادیانیوں نے جامعہ امداد العلوم پشاور کے مدرس مولانا نذیر اور دوسرے علماء کرام کی تبلیغ و ترغیب اور مسلسل محنت کے نتیجے میں جمعہ کے روز جامع قاضیاں میں 17 خاندانوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اس موقع پر بڈھ بیر کے علاقوں ککر والہ، ساشو خیل، سلمان خیل اور شیخ محمدی سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد کا اجتماع منعقد ہوا۔ مسلمان ہونے والوں کے ناموں کا اس موقع پر اعلان کیا گیا جن میں سٹیٹ بینک کے ملازم بختیار، آرگائزز لائبریری کے گوہر افتخار، مختیار ارشد اور ان کے رشتہ دار بھی شامل تھے۔ ان خاندانوں کے دوسرے افراد نے بھی اسلام قبول کیا۔ علماء کرام مولانا عبدالقدوس، مولانا نذیر اور مولانا عدیل نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مسلمان ہونے والوں کو مبارک باد دی اور کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کو قبول کر کے ان لوگوں نے اپنی آخرت بچالی۔ انہوں نے کہا کہ بنیادی عقیدے میں ختم نبوت شامل ہے، اس میں شک وشبہ رکھنے والا شخص ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ تمام مسالک کے مکاتب فکر کے علماء کا اس پر مکمل اتفاق ہے۔

پشاور: 10 قادیانیوں نے اسلام قبول کرلیا

پشاور (پ ر) پشاور کے علاقہ شیخ محمدی میں 10 قادیانیوں نے پشاور کی مشہور دینی درس گاہ امداد دارالعلوم جامع مسجد درویش میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس موقع پر ان افراد نے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر اعتبار سے آخری نبی مانتے ہیں اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آسمانوں پر زندہ موجود ہیں۔ وہ قیامت کے قریب دوبارہ اس دنیا میں آسمانوں سے نازل ہوں گے۔ انہوں نے اس بات کا بھی اقرار کیا کہ امام مہدی اس اُمت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمانوں سے زمین پر نازل ہوں گے تو امام مہدی اس وقت زمین پر مسلمانوں کے خلیفہ کی حیثیت سے موجود ہوں گے۔ اس موقع پر نومسلموں کے خلیفہ کی حیثیت سے موجود ہوں گے۔ اس موقع پر نومسلموں نے اقرار کیا کہ ہم فتنہ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے تمام دعوؤں میں جھوٹا یقین کرتے ہیں اور علماء اسلام کے فتویٰ کے مطابق اسے کافر، کاذب، دجال اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو ظلی و بروزی نبی، مسیح موعود، مہدی، مجدد یا مصلح ماننے والے اس کے پیروکار، خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہور، کافر ہیں۔ آج کے بعد ہمارا قادیانی یا لاہور جماعت سے عقیدہ اور مذہب کے لحاظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ ہم 1974ء میں قومی اسمبلی کی جانب سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی آئینی ترامیم اور اپریل 1984ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی مکمل حمایت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

اٹلی میں مقیم 14 پاکستانیوں نے اسلام قبول کرلیا

لاہور (این این آئی) اٹلی میں مقیم 14 پاکستانیوں نے قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم اب تک قادیانیوں کے دھوکے میں رہے اور کفر کی زندگی گزارتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر ہے، جس نے ہمیں اسلام کی نعمت سے مالا مال کیا اور قادیانیت کی اصل حقیقت سے باخبر کیا۔

گوانتانامو کے امریکی پہرے داروں کا قبول اسلام

الجزائر کے معروف قانون ساز حسن اعرابی ''کمیٹی برائے گوانتانامو امور'' کے چیئرمین بھی ہیں۔ حال ہی میں قاہرہ میں منعقدہ ایک سیمینار میں انہوں نے بتایا کہ کیوبا میں امریکہ کے بدنام زمانہ قید خانہ گوانتانامو میں 660 القاعدہ اور طالبان مجاہدین کی نگرانی پر مامور کئی امریکی پہرے داروں نے مجاہدین سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا ہے۔ انہوں نے گوانتانامو میں قید الجزائری شہریوں کی رہائی کے لیے پینٹاگون حکام سے مذاکرات کیے تھے۔ یہ مذاکرات عراق پر امریکی حملہ سے پہلے ہوئے اور ان کے نتیجے میں 8 الجزائریوں سمیت 18 افراد رہا ہوئے۔ حسن اعرابی کہتے ہیں: ''رہا ہونے والوں نے مجھے بتایا کہ بعض امریکی پہرے داروں کا رویہ ہمارے ساتھ نہایت ہمدردانہ تھا۔ بعض اوقات وہ اپنی جیب سے ہماری ضرورت کی چیزیں ہمیں خرید کر دیتے۔ وہ ہم سے روزانہ اسلام کے بارے میں پوچھتے۔ اس گفتگو کے نتیجے میں کئی پہرے داروں نے اسلام قبول کرلیا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔'' حسن اعرابی نے یہ نہیں بتایا کہ کل کتنے امریکی پہرے داروں نے اسلام قبول کیا، ویسے گوانتانامو کا قید خانہ پنجروں کا وسیع جال ہے اور ایک پنجرے کے قیدیوں کا دوسرے قیدیوں سے کوئی رابطہ نہیں ہوتا۔ اس لیے رہا ہونے والا کوئی مجاہد اسلام قبول کرنے والے پہرے داروں کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتا۔

برطانوی سنوکر سلیون کا قبول اسلام

بلیئرڈ کے سابق ورلڈ چیمپئن رونیو سلیون (Ronnie Sullivan) نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ یہ بات برطانوی اخبار ''دی سنڈے ٹائمز'' نے 28 ستمبر کو بتائی ہے۔ برطانوی اخبار کو رونی کی ماں ماریہ نے بتایا: ''جب سے رونی نے اسلام قبول کیا ہے وہ بہت زیادہ بہتر ہوگیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اب اس کی شخصیت مزید متوازن و مستحکم ہوجائے گی۔'' رونی 5 دسمبر 1975 کو برطانوی قصبے شگ ول ایسیکس (Chigwell Essex) میں پیدا ہوا۔ مشرقی لندن میں بطور رومن کیتھولک عیسائی اس کی پرورش ہوئی۔ گزشتہ ماہ لندن کے اسلامک کلچر سنٹر میں ایک باقاعدہ تقریب میں اس نے اسلام قبول کیا۔ اوسلیون کھیلوں کی دنیا کے نامور کھلاڑیوں باکسر محمد علی اور مائیک ٹائی سن وغیرہ کی صف میں شامل ہوگیا ہے۔ مذکورہ نامور کھلاڑی بھی عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے تھے۔ سنوکر ٹیبل پر اپنی رفتار کے باعث وہ ''راکٹ'' کے نام سے معروف ہے۔ اس کا شمار سٹیو ڈیوس، سٹیفن ہنڈری، جون پیروٹ اور جنگ ہگنز کے ساتھ ہوتا ہے جنہوں نے ایک ہی سال میں ورلڈ چیمپئن شپ جیتی۔ بچپن میں اس کا باپ قتل کے الزام اور ماں ٹیکس کے جرم میں جیل گئی۔ اُس کے اس کی زندگی پر بہت برے اثرات مرتب ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد وہ ان اثرات سے باہر نکل آیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق 27 سالہ اوسلیون کو شراب نوشی، منشیات اور ڈپریشن کے خلاف ایک سخت جنگ لڑنا پڑی ہے۔ 17 سال کی

عمر میں اس نے درجہ بندی کا مقابلہ (Ranking Tournament) جیتا۔

1993ء میں یو کے چیمپئن شپ میں اس نے سٹیفن ہنڈری کو شکست دی۔ دوسری بار اس نے یو کے ٹائٹل 1997ء میں جیتا۔ بتایا جاتا ہے کہ سلیون کے قبول اسلام میں یمنی نژاد برطانوی باکسر پرنس نسیم حامد نے اہم کردار ادا کیا۔ یہ دونوں بہت ہی پکے اور گہرے دوست ہیں۔ پرنس نے اسلام کو روشناس کرانے میں مثبت رہنمائی کی جو بار آور ثابت ہوئی۔

کویت میں 22 ہزار غیر ملکیوں کا قبول اسلام

''اسلام آن لائن نیٹ'' کے مطابق کویت اسلامک کمیٹی کے چیئر مین نادر النوری نے 30 جون کو بتایا کہ گزشتہ ایک ہفتہ میں کویت میں مقیم 22 امریکیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ گزشتہ سال 2450 یورپیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ 1977ء میں یہ کمیٹی بنائی گئی تھی اور تین لاکھ پچاس ہزار غیر ملکی ورک فورس میں سے گزشتہ 25 سالوں میں کل 22,000 غیر ملکیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

سندھ کے ہندو پجاری کے بیٹے کا قبول اسلام

جھڈو (اے این این) سندھ کے مشہور و معروف ہندو پجاری ہیمن داس کے بیس سالہ نوجوان بیٹے سریش کمار نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ نومسلم سریش کا اسلامی نام محمد علی رکھا گیا ہے۔ مدرسہ عربیہ دار العلوم اسلامیہ جھڈو کے نائب مہتمم مولانا محمد اشرف نے نومسلم نوجوان کو کلمہ پڑھایا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی مبارک باد دی۔

سیالکوٹ کے 22 ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا

سیالکوٹ کے نواحی موضع رتیاں سیداں میں ''پورن بھگت'' کی اولاد میں سے ایک خاندان کی 12 عورتوں اور 10 مردوں نے عالم دین حاجی محمد عالم اور مولانا ابراہیم کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا ہے۔

7 قبول مسیحوں کا اسلام

خانیوال (اے پی پی) نواحی چک نمبر R-91/10 کے ایک مسیحی خاندان کے سات افراد نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے والے آئزک ولد جلال کا اسلامی نام محمد عاشق، سلیپس بی بی زوجہ آئزک (محمد ایوب)، محبوب مسیح ولد آئزک (محمد محبوب)، رفیعہ بی بی دختر آئزک (رفیہ بی بی) صفیہ بی بی دختر آئزک (بی بی) ہے۔ نومسلم خاندان نے کہا ہے کہ انہوں نے بغیر کسی دباؤ کے اسلام قبول کیا ہے اور آئندہ ہمیں انہی اسلامی ناموں سے لکھا اور پکارا جائے۔

500 ہسپانوی باشندوں کا قبول اسلام

ملک عبدالرحمٰن ریاض صدر اسلامک کمیونٹی آف سپین نے بتایا ہے کہ غرناطہ میں شہر کی سب سے بڑی مسجد کے افتتاح کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اب تک کل 1500 ہسپانوی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

مولانا محمد مغیرہ

رحمتِ کائنات، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
اور قادیانی گستاخیاں

اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام‘ مخلوق تک پہنچانے کے لیے انبیاء ورسل کا سلسلہ شروع کیا جو سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر اختتام پذیر ہوا۔ سابقہ انبیاء کے حالات پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی خاص قوم یا کسی علاقہ کے لیے مبعوث ہوئے تھے مگر اللہ کے آخری نبی علیہ السلام بنی نوعِ انسان کے لیے قیامت کی صبح تک نبی و رسول مبعوث ہوئے۔

نبوت و رسالت یقیناً رحمتِ خداوندی ہے مگر اس سلسلہ کو جب ختم کیا گیا تو آخری نبی علیہ السلام کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ اس اعتبار سے کائنات‘ رحمتِ خداوندی سے محروم نہیں کی گئی بلکہ رحمتِ خداوندی اب بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی صورت میں کائنات پر سایہ فگن ہے۔ آپ پر جو کتاب نازل کی گئی‘ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی کوئی کتاب نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فضیلت عطا کی گئی۔ تمام انبیاء مل کر بھی آپ کی عظمت شان کو نہیں پہنچ سکتے۔ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مقصودِ کائنات فرمایا کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ آپ کو سراج منیر فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ورفعنا لک ذکرک“ ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ آپ کی صفات حمیدہ اتنی ہیں کہ شمار نہیں ہوسکتیں اور کسی نے سچ کہا ہے:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام رفیع کا بیان ممکن نہیں۔

حضور علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ ایسی بے نظیر و بے مثال ہے کہ کائنات میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ آپ رحمت ہی رحمت ہیں۔ دشمن بھی آپ کو صادق و امین کے لقب سے یاد کرتے۔ آپ کی ہمسری کائنات میں کوئی نہیں کر سکا۔ چہ جائے کہ کوئی آپ پر فضیلت کا قائل ہو‘ معاذ اللہ! مگر کائنات کا بدقسمت مرزا قادیانی کس قدر بدتمیزی پر اتر آیا ہے۔ کبھی آپ کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے تو کبھی افضلیت کا (معاذ اللہ) پڑھیے اور مرزا قادیانی کی کفریہ جسارت ملاحظہ کیجیے:

1) ”**محمد رسول و الذین مع اشد اء علی الکفار رحماء بینھم** اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔“

(”روحانی خزائن“۔ جلد 18‘ ص 207)

2) ”خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز قرار دیا۔“

(”روحانی خزائن“۔ جلد 22‘ ص 502)

3) ''اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں پہچانا۔''

(''روحانی خزائن''۔جلد16'ص259)

4) ''میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔''

(''روحانی خزائن''۔جلد22'ص521)

5) ''میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ بموجب آیت **واخرین منھم لما یلحقو بھم** بروزی طور پر وہی نبی وخاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔''

(''روحانی خزائن''۔جلد18'ص212)

6) ''چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرض منصبی جو تکمیل اشاعت ہدایت ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بوجہ عدم وسائل اشاعت غیر ممکن تھا۔اس لیے قرآن شریف کی آیت **واخرین منھم لما یلحقوبھم** میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ثانی کا وعدہ دیا گیا ہے۔اس وعدہ کی ضرورت اسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ دوسرا فرض منصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یعنی تکمیل اشاعت ہدایت دین جو آپ کے ہاتھ سے پورا ہونا چاہیے تھا۔اس وقت عدم وسائل پورا نہیں ہوا سو اس فرض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آمد ثانی سے جو بروزی رنگ میں تھی۔ایسے زمانہ میں پورا کیا جبکہ زمین کی تمام قوموں تک اسلام پہنچانے کے لیے وسائل پیدا ہو گئے تھے۔''

(''روحانی خزائن''۔جلد17'ص263حاشیہ)

7) ''محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں''

(''اخبار بدر''۔قادیان25اکتوبر1906ء)

قارئین! یہ چند خرافاتِ قادیانیت باحوالہ پیش کر دی ہیں جن میں ہر ایک اپنی جگہ کفر پر مبنی ہے۔کیا کوئی مسلمان ان عبارات کو پڑھنے کے بعد بھی قادیانیوں کے لیے کوئی نرم گوشہ رکھے گا۔

گستاخئ رسول اور کس چیز کا نام ہے؟ مسلمانو! اپنے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ دو اور قادیانیوں سے بھرپور نفرت کا اظہار کرو کہ اسی میں دین ودنیا کی کامیابی ہے۔

خیر النساء بہترؒ
(والدہ ماجدہ سید ابوالحسن علی ندویؒ)

بچیوں سے باتیں

چند دن، بطور مہمان

سُسرال میں تمہیں جو باتیں پیش آنے والی ہیں وہ میں تمہیں بتائے دیتی ہوں اور کارروائی بھی، اُمید ہے کہ تم ان کو ذہن نشین کرلوگی۔ جب تم بیاہ کے جاؤ گی تو تم کچھ روز بطور مہمان کے رہوگی۔ جو ملے کھالو جو پہنائیں پہن لو ناک بھوں نہ چڑھاؤ، مدّت تک بالکل گھونگٹ میں نہ رہو کہ گھر کی خبر نہ ہو کہ کون آیا اور کون گیا اور یہ بھی نہ ہو کہ جیسے بعض بہویں آتے ہی اپنا کام کرنے لگتی ہیں، ساس نندوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتیں، اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ نگاہوں میں سبک ہوجاتی ہیں، اور رفتہ رفتہ سب کنارہ کرلیتی ہیں۔ اگر کتنی ہی مشکل پھر پڑ جائے کوئی مدد نہیں کرتا، خود ہی بھگتتی رہتی ہیں، تم ہرگز ایسا نہ کرنا۔

ساس نندوں سے برتاؤ

اپنے ساس وسسر کو ماں باپ کی جگہ پر سمجھو اور نندوں کو حقیقی بہن سمجھو تم جو کرو اُن کی رائے سے کرو، جو چیز تمہارے میکہ سے آئے وہ تم اپنی ساس نندوں کے پاس بھیج دو، پھر وہ جو کریں تم خوش رہو، جو کچھ تم والدین کے پاس سے لائی ہو وہ سب سامان انہیں کے ماتحت رکھو، کپڑوں کے بکس ان کی خوشی پا کر اپنے پاس رکھو اور دیکھتی رہو۔ روز کے پہننے کے کپڑے الگ رکھو اور نمائش کے الگ رکھو، ان کی مرضی کے موافق کپڑے بدلو، اپنی پسند کو دخل نہ دو، اپنی چیزوں کا خود خیال رکھو، ان سے حساب نہ لو، فرصت میں کچھ دیر اُن کے پاس بیٹھو اور ان کی نشست وبرخاست پر نظر کرتی رہو، چپکے چپکے گھر کے انتظامات سے واقف ہوتی رہو کہ کیا پکتا ہے اور کس طرح تقسیم ہوتا ہے مہمانوں کی کیا خاطر ہوتی ہے، نوکروں کو کیا دیا جاتا ہے، دیکھو پہلے تمہارا کیا انتظام تھا اور اب کیا کرسکتی ہو، کسی کی دعوت ہو تو اگرچہ تم دُلہن ہو مگر کسی نہ کسی کام میں شریک رہو، یعنی جگہ صاف کرا کے فرش وصابن، پانی، طشت، لوٹا، صراحی گلاس، تولیہ وغیرہ مہیا کرو۔ پان تمبا کو موجود رکھو کہ وقت پر تکلیف نہ ہو اور تم بدسلیقہ نہ کہلاؤ۔

اگر ٹھنڈک ہو تو چائے تیار کراؤ اور گرمی ہو تو شربت، برف، کھانے میں چٹنی، اچار، سرکہ نہ ہو تو پہلے بنا کر حاضر کرلو، محض دُلہن نہ بنی رہو محل شرم وحیا دیکھ کر شرم کرو، زیادہ کوئی چیز اچھی نہیں ہوتی۔ بڑوں کے سامنے ادب سے سلام کر کے بیٹھ جانا اور پردہ والوں سے پردہ کرنا کافی ہے، زیادہ شرم سے کام خراب ہوجاتا ہے۔

دونوں وقت تمام ضرورتوں سے فارغ ہو کر اپنی ساس نندوں کے پاس بیٹھو، ساس کا ادب کرو، جو بات وہ کہیں ادب سے جواب دو، اور آنکھ نیچی رکھو، تمہیں جو کپڑے وغیرہ کی ضرورت ہو وہ کسی کے ذریعہ سے یا خود کہہ سکتی ہو۔ ضرورت پوری ہونے کے بعد کچھ دیر بیٹھی رہو، باتیں بھی کرتی رہو تا کہ یہ خیال نہ ہو کہ اپنی ضرورت سے آئی تھیں، بلا ضرورت بھی بیٹھی رہو، تمہیں ہر کام سے

واقفیت ہوتی رہے گی۔ کبھی کبھی ان کے کپڑے انہیں سی کر دو اگر پان کا شوق ہو تو اکثر بٹوہ سی کر ان میں مسالہ رکھ کر دیتی رہو جس چیز کا شوق ہو تو انہیں اپنے پاس سے کرتی رہو جو اپنی ماں کے ساتھ برتاؤ رکھتی تھیں وہی برتاؤ اُن کے ساتھ رکھو نندوں کے ساتھ بہت محبت سے پیش آؤ۔ کھانا جو چیز کہ عمدہ ہو اس میں شریک کرو چھوٹی نندوں کو اپنے پاس رکھ کر سب سکھاؤ جو جانتی ہو سلیقہ مندی گھر کی صفائی اور جو تم کر سکتی ہو وہ انہیں بھی بتاؤ تاکہ ہر کام تمہاری عدم موجودگی میں بھی تمہاری خواہش کے مطابق ہوتا رہے۔ دیکھو اس کا خیال رکھو جو کام اچھا کرتی ہو وہ ہمیشہ کرتی رہو آج ہے کل ندارد یہ انداز اچھا نہیں ہر کام استقلال کے ساتھ کرنا چاہیے۔

عام سسرال والوں سے سلوک

جب اپنی جگہ پر بیٹھو اپنے گھر کی لڑکیوں اور جو آنے والیاں ہوں ان کو سکھاتی رہو جو بھی تمہیں آتا ہو اس سے بخل نہ کرو اگر وہ اَن پڑھ ہوں تو ان کے پڑھانے کی کوشش کرو غرض کسی نہ کسی کام میں لگائے رکھو تمہارا دل بھی بہلے گا اور ان کو کام بھی آ جائے گا۔ جو تمہیں دیکھنے کے لئے آئے اس کے لئے پان تمبا کو کی فکر رکھو۔ ایسی بات نہ کرو کہ تمہارے پاس سے آزردہ ہو کر جائے تمہارے بھائی بھتیجے آئیں تو بہت خوش ہو اور خاطر مدارات میں کمی نہ کرو۔ اپنے یہاں کا بطور تحفہ کچھ موجود ہو پیش کرو اور جب باہر جانے لگیں تو کچھ ناشتہ کرا دو اور کبھی کبھی اپنے گھر بلاتی رہو سُسرال میں رہو تو میکہ والوں کی خاطر کرو میکہ میں سُسرال والوں کی خاطر تواضع۔ اپنے پاس بیٹھنے والیوں کے ساتھ محبت کرو انہیں اچھی باتیں سکھاؤ بچیوں کو مسئلہ مسائل سے واقف کرو کہ وہ آگے چل کے ہوشیار ہو جائیں جب تم سے وہ مانوس ہو جائیں گی تو تمہارے ساتھ ہمدردی کریں گی غرض بہت سے فائدے تمہیں پہنچتے رہیں گے تمہارا ہاتھ بٹاتی رہیں گی بہت سے کام تمہارے مُفت میں کرا دیں گی مگر تم اس پر اپنے کام سے کبھی بے فکر نہ رہو۔ جب تک وہ تعلیم پائیں تعلیم اور اپنا کام حتی الامکان خود کرتی رہو۔

چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی

اپنے چچا، ماموں، خالہ اور پھوپھی کی عزت کرو اگر پاس ہوں تو ہر وقت خبر لیتی رہو اگر دور ہوں تو رات کو جا کر بہت اخلاق سے ملو اگر تم سے عمر میں چھوٹے ہوں اور رشتے میں بڑے جب بھی اُن کا ادب کرو جو کچھ کہیں خوشی سے منظور کرو اگرچہ ناگوار رہو ایسے رشتوں کی بہنوں کو حقیقی بہن سمجھو ان سے محبت کرو ان کو کبھی کبھی اپنے گھر میں بلا کر ان کی خاطر کرتی رہو جو چیز تمہارے گھر میں ہو ان کو بھیجتی رہو۔ دعوت وغیرہ میں ان کو سب سے پہلے بُلاؤ انہیں اپنی رائے میں شریک رکھو۔ خالہ، پھوپھی وغیرہ کو کوئی بے ادبی کی بات نہ کہو اس کا لحاظ رہے کہ انہیں سنانا گویا ماں باپ کو سنانا ہے۔ اگر انہیں قرض دو تو بھُولے سے بھی تقاضہ نہ کرو نہ دل لگا رکھو کہ تکلیف ہو۔ اگر غریب ہوں تو چھپ چھُپ کے مدد کرتی رہو کبھی نہ یاد کرو کہ ہم نے یہ کیا ہے وہ کیا ہے۔ اگر وہ کچھ کرنا چاہیں اور اتنی وسعت نہیں رکھتیں اور کرنا ضروری ہے تو اگر تم اتنا مقدور رکھتی ہو تو تم کر گزرو لیکن کسی پر ظاہر نہ کرو کہ وہ شرمندہ ہوں بشرطیکہ تمہارے شوہر اور سسرال والوں کے خلاف نہ ہو اُن کی عزت اپنے ماں باپ کی عزت سمجھو۔ لڑکیوں میں آج کل یہ پابندی اور اخلاق میں نہیں دیکھتی۔ اگر کچھ روز یہی حالت اور رہی تو اولاد یہ بھی نہ سمجھے گی کہ ہمارے رشتے داروں میں کوئی اور بھی ہے یا نہیں اگر تمہیں کرتے دیکھیں گی تو ان کی بھی ہمت ہو گی۔

شورش کاشمیریؒ

خون روتی ہے گلستاں میں صبا تیرے بعد

(بیاد: مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمتہ اللہ علیہ)

دل گرفتہ ہیں عزیزانِ وفا تیرے بعد
خواب ہے رسم و راہِ مہر و وفا تیرے بعد

پھول کھلتے ہیں، بہر رنگ، بہرحال مگر
خون روتی ہے گلستاں میں صبا تیرے بعد

خوش نوایانِ چمن ہوں کہ رفیقانِ سخن
سالہا سال سے ہیں نالہ سرا تیرے بعد

کاروانوں کو ابھی تک ہے، منازل کی تلاش
پا شکستہ ہیں مگر راہنما تیرے بعد

ہم نشینوں کو ہے یارانِ سبک رو سے گلہ
اُڑ گئی چشمِ شرافت سے حیا تیرے بعد

وائے بہرحال کہ گستاخ ہوئی جاتی ہے
سرخ پرچم کی اُڑانوں سے ہوا تیرے بعد

کعبۂ عشق سے لے کر درِ بُت خانہ تک
پھر نہ اٹھی پُر درد صدا تیرے بعد

موت برحق ہے، مشیّت سے شکایت کیوں ہو
خود پریشاں نظر آتی ہے قضا تیرے بعد

ہم نے پایا ہے لہو دے کے مگر پایا ہے
تیری مشکور مساعی کا صِلا تیرے بعد

اپنے انجام کو دُزدانِ نبوّت پہنچے
نام ''خود کاشتہ پودے'' کا مٹا تیرے بعد

میؔر کے مصرع موزوں سے پتہ چلتا ہے
''شاید آ جائے کوئی آبلہ پا تیرے بعد''

☆......☆......☆

فیض احمد فیض

اے ارض وطن!

تجھ کو کتنوں کا لہو چاہیے اے ارض وطن!
جو ترے عارضِ بے رنگ کو گلنار کریں
کتنی آہوں سے کلیجہ ترا ٹھنڈا ہوگا
کتنے آنسو ترے صحراؤں کو گلزار کریں

☆☆☆

تیرے ایوانوں میں پُرزے ہوئے پیماں کتنے
کتنے وعدے جو نہ آسودۂ اقرار ہوئے
کتنی آنکھوں کو نظر کھا گئی بدخواہوں کی
خواب کتنے تری شاہراہوں میں سنگسار ہوئے

☆☆☆

بلاکشانِ محبت جو ہوا سو ہوا
جو مجھ پہ گزری مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریباں گیر
لہو کے داغ تُو دامن سے دھو ' ہوا سو ہوا

☆☆☆

ہم تو مجبورِ وفا ہیں مگر اے جانِ جہاں
اپنے عشّاق سے ایسے بھی کوئی کرتا ہے
تیری محفل کو خدا رکھے ابد تک قائم
ہم تو مہماں ہیں گھڑی بھر کے ' ہمارا کیا ہے

سید کاشف گیلانی

دُختران ِقوم ِمسلم

لوگ کہتے ہیں مگر خاموش ہیں اہل ِ سخن
بِک گئے اغیار کے ہاتھوں میں اربابِ وطن
اُن کی آنکھوں سے لہو بہنے لگے گا بالیقیں
میں اگر کہہ دوں چمن والوں سے رودادِ چمن
کھا گئی ہے غیرت ِ اسلاف ، تہذیب فرنگ
دُخترانِ قوم مسلم ہوگئیں بے پیرہن
اہل ِ دانش نے فضا پر خوف طاری کردیا
بزدلی نے لوٹ لی ہے عصمت دارورسن
بے حسی اتنی ہے کوئی سوچتا تک بھی نہیں
کیوں مسلمانوں کے لاشے سڑ رہے ہیں بے کفن
کون پوچھے کس لیے مارے مسلماں بے خطا
کیوں لہو سے سرخ ہیں بغداد کے دشت و دمن
تیرہ و تاریک شب میں کچھ نظر آتا نہیں
ہر طرف مایوسیاں ہیں اے خدائے ذوالمنن
جذبۂ شوقِ شہادت روک سکتا ہے اسے
کروٹیں لیتا رہے گا کب تلک چرخِ کہن
کفر نے کاشفؔ مسلمانوں کو للکارا ہے پھر
پھر ہمیں مطلوب ہے اک بازوئے خیبر شکن

جعفر بلوچ

آہنگِ پاک

پاکستانی فی الواقع بن جائیں ہم
پاک وطن کی ایسے شان بڑھائیں ہم
ہر ذرّہ اس دھرتی کا ہو رشکِ سحر
نورِ عمل سے یوں اس کو چمکائیں ہم
پہلے بھی یہ اونچا ہے ماشاء اللہ
اور اونچا اپنا پرچم لہرائیں ہم
پھر یہ دیکھیں کون ہے چھوٹا کون بڑا
تقویٰ کو پہلے معیار بنائیں ہم
امن اور عافیت میں ساری دنیا ہو
خیر و کرم کا وہ آئین اپنائیں ہم
دشمن اپنا گورا ہو یا کالا ہو
اس کو اس کے کیفر تک پہنچائیں ہم
اپنے وطن میں پالیسی بھی اپنی ہو
نام و نشانِ استعمار مٹائیں ہم
ہر بُش ہر کوڑا کرکٹ سے صاف کریں
اپنے چمن کو اب اس طور سجائیں ہم
جو خسرو پرویز تجاوز حد سے کرے
انجام اس کا اس کو یاد دلائیں ہم
پھر سے چلیں ہم خیر بشر کے رستے پر
پھر سے جعفؔر خیرِ امم کہلائیں ہم

عینک فریمی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆ جنوبی افغانستان کے چالیس اضلاع پر طالبان کی حکومت قائم۔(ایک خبر)

معمارِ حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز!

☆ اپوزیشن نے سارا سال الاؤنس پورا کرنے کے سوا کوئی کام نہیں کیا۔(پرویز الٰہی)

اور حکومت نے سارا سال کیا کیا؟ آٹا 13 روپے کلو، ٹماٹر 120 روپے کلو، گوشت 160 روپے کلو

☆ علامہ اقبال، ریاست میں دین کی نہیں، سیاست کی بالادستی چاہتے تھے۔(جسٹس (ر) جاوید اقبال)

بیان دینے سے پہلے اپنے والدِ محترم کا یہ شعر پڑھ لیا ہوتا:

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

☆ پیرس کے کلب میں ڈانس کرنا اچھا لگا۔ قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے پارٹنر نہیں ملتا تھا۔(نسیم حسن شاہ۔ ریٹائرڈ چیف جسٹس)

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

☆ جنرل مشرف کا دور بہتر رہا ہے۔(حامد سعید کاظمی)

''زہے نصیب جسے عشق راس آئے''

☆ مولانا شاہ احمد نورانی وفات پا گئے۔(ایک خبر)

''موت العالم موت العالم''، ایک عالم کی موت، ایک جہان کی موت ہے۔

☆ ملک کے ایٹمی سائنسدان سے بدسلوکی نہیں ہوئی۔(حکومتی ذرائع)

صرف گرفتار کیا گیا!

☆ سیاست سچی بات کا نام ہے۔(شیخ رشید)

تو پھر جھوٹ کسے کہتے ہیں؟

☆ چوری کے ملزم، محنت کش پر تھانیدار کا تشدد، ٹانگیں چیر ڈالیں، گوشت کاٹ لیا۔(ایک خبر)

حکمرانوں کو اپنے اللّوں تللّوں سے فرصت نہیں۔ ملک، پولیس سٹیٹ بنا ہوا ہے۔

☆ منت کرتا ہوں۔ پی پی، نواز لیگ پارلیمنٹ چلنے دیں۔(جمالی)

''اقتدار بچاؤ'' کا سوال ہے بابا!

☆ نصابِ تعلیم سے جہاد کے متعلق آیات ختم کی گئیں، نہ کریں گے۔ میں خود بنیاد پرست ہوں۔(وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال)

''روشن خیال''، حکومت کے ایوان میں روشنی کی کرن!

☆ مجلس عمل نے قانون توڑا تو ہم نے ریسٹ ہاؤس خالی کرا لیے ہیں۔(چودھری شجاعت)

ہم بڑھکیں نہیں بڑھ کر مارتے ہیں۔(حافظ حسین احمد)

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

کتاب: اسلامی حکومت کا فلاحی تصور   مصنّف: مولانا سعید الرحمٰن علویؒ

ضخامت: ۱۷۶صفحات   قیمت: =/120 روپے

ناشر: مکتبہ جمال، تھرڈ فلور، حسن مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی رحمہ اللہ کا نام علم و تحقیق کی دنیا میں جانا پہچانا ہے۔ اُن کے والد ماجد حضرت مولانا محمد رمضان علوی رحمہ اللہ، مجلس احرارِ اسلام کے رہنما تھے اور حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے ارادت مندوں میں سے ایک تھے۔ انہی کی تعلیم و تربیت سے سعید الرحمٰن، مولانا سعید الرحمٰن علوی بنے۔ تفصیل کا اجمال یہ ہے کہ علوی مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے تحریر و تقریر دونوں صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ دینی مسائل اور سیاست سے خاص شغف تھا۔ ہفت روزہ خدّام الدین، روزنامہ جنگ، روزنامہ پاکستان، ماہنامہ نقیب ختم نبوت، ماہنامہ الاحرار، ماہنامہ میثاق اور ماہنامہ حکمتِ قرآن کے علاوہ دیگر کئی رسائل و جرائد میں اُن کے علمی و تحقیقی مضامین شائع ہوتے رہے۔

مرحوم کے برادرِ بزرگ مولانا عزیز الرحمٰن خورشید نے اپنے بھائی سے محبت کا خوبصورت اظہار اس طرح کیا ہے کہ اُن کی وقیع تحریریں جو مقالات و مضامین اور کالموں کی صورت میں بکھری ہوئی ہیں، شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ''اسلامی حکومت کا فلاحی تصور'' اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔

اس کتاب میں تین مقالات شامل ہیں۔ (1) اسلامی حکومت کا فلاحی تصور (2) اقتصادی مسئلہ کا حل، قرآن و سنت اور فقہ کی رُو سے (3) الحجر۔ حُجر کی لغوی، شرعی تحقیق

کتاب کے آخر میں مصنف کا مختصر تعارف اور سوانحی خاکہ شامل ہے۔ ہر مقالے کے آخر میں مصادر و مراجع اور حواشی و حوالہ کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ کتاب کے مرتب مرحوم علوی کے برادرِ بزرگ مولانا عزیز الرحمٰن خورشید نے انتساب، حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کے نام کیا ہے

کتاب کا سب سے پہلا مضمون ''اسلامی حکومت کا فلاحی تصور'' ہے اور یہی کتاب کا عنوان ہے اسی مضمون میں صفحہ 17 پر مولانا سعید الرحمٰن علوی مرحوم نے معاشرہ میں معاشی ناہمواری اور اونچ نیچ کے ضمن میں لکھا ہے۔ ''اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے وہ دو شعر بھی بہت اہم ہیں جو انہوں نے اختر شیرانی کی مشہور نظم ''قحطِ بنگال'' سن کر ایز اد کر کے اختر شیرانی کی نذر کر دیئے:

ملیں اس لئے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں کہ دخترانِ وطن تار تار کو ترسیں
چمن کو اس لئے مالی نے خوں سے سینچا تھا کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

(1) ''قحط بنگال'' ساحر لدھیانوی کی مشہور نظم ہے اختر شیرانی کی نہیں۔ ساحر نے 1944ء میں یہ نظم کہی۔

(2) پہلا شعر، ساحر کا اپنا ہے اور دوسرا شاہ جی کا ہے۔ اس کی تفصیل شاہ جی کے مجموعہ کلام ''سواطعِ الالہام'' کے صفحہ 70 پر درج ہے۔

ایک سفر میں کسی احرار کارکن نے ساحر کی یہ نظم شاہ جی کو سنائی۔ کچھ دنوں بعد شورش کاشمیری مرحوم اور مشہور کمیونسٹ فیروز دین منصور اور ساحر شاہ جی کو ملنے امرتسر آئے تو شاہ جی نے یہ شعر سنایا اور فرمایا ''ساحر! یہ شعر تمہاری نذر کرتا ہوں'' ساحر نے کہا ''میں قبول کرتا ہوں'' چنانچہ ساحر کے مجموعۂ کلام ''تلخیاں'' میں یہ شعر شامل ہے۔

چمن کو اس لئے مالی نے خوں سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے یا مذکورہ صفحہ تصحیح کر کے الگ شائع کر دیا جائے اور کتاب میں رکھ دیا جائے۔ اُمید ہے' مکتبہ جمال کے روحِ رواں جناب مختار احمد صاحب اس کا فوری اہتمام فرمائیں گے۔ (تبصرہ: سید محمد کفیل بخاری)

رسالہ: سرائیکی وچ تجوید لکھاری: حبیب الرحمٰن

ضخامت: 16 صفحات ناشر: مکتبہ عالیہ۔ توحید پارک' گلشن راوی۔ لاہور

یُوں تو تجوید وقرأت کے موضوع پر اردو اور دوسری زبانوں میں کافی کتابیں موجود ہیں سرائیکی زبان کا یہ کتابچہ واقعی قابلِ تعریف کاوش ہے کہ اس زبان میں اس عنوان پر یہ پہلا کتابچہ ہے جس میں تجوید وقرأت کے اصولوں پر بحث کی گئی ہے اس انفرادیّت کے حوالے سے مرتب واقعی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جن کی سعی ومحنت سے سرائیکی بولنے اور سمجھنے والے طلباء بھی مستفیض ہوسکیں گے۔

پندرہ روزہ ''اخبار المدارس'' کراچی۔ نگران: مفتی محمد نعیم

قیمت: 3 روپے ضخامت: 4 صفحات

عرصہ سے یہ کمی محسوس کی جا رہی تھی کہ دینی مدارس کا ترجمان کوئی اخبار ہو جس سے مختلف مدارس کی خبریں' مسائل' وہاں کے اساتذہ' طلباء کے مضامین منصۂ شہود پر آسکیں۔ اُن کی حوصلہ افزائی ہو' اُن کی صلاحیتیں اُجاگر ہوں' خیالات کو وسعت ملے۔ جناب مفتی محمد نعیم صاحب کا یہ اقدام قابلِ ستائش ہے کہ اُنہوں نے پندرہ روزہ ''اخبار المدارس'' کا ڈول ڈالا' جس میں پورے ملک بلکہ بین الاقوامی سطح کی خبریں پڑھنے کو مل رہی ہیں۔

کتاب: تجوید القرآن مؤلف: حبیب الرحمٰن

ضخامت: 48 صفحات ملنے کا پتہ: جامعہ صدیقیہ' توحید پارک۔ گلشن راوی' لاہور

یہ کتاب' مدارس تجوید میں پڑھائی جانے والی مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ''جمال القرآن'' کا خلاصہ ہے جس میں تجوید وقرأت کے اصولوں کو سوال وجواب کی صورت میں ترتیب دیا گیا ہے۔ زبان عام فہم ہے۔ کامیاب مصنف وہ ہے جو اپنی بات قارئین تک پہنچا سکے۔ مؤلف کا کہنا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں اصل کتاب ''جمال القرآن'' کی عبارت ہی لانے کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ طلباء کے لئے زیادہ سے زیادہ آسانی ہو اور مؤلف اس بات میں واقعی کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ کتابت، طباعت اور سرورق معیاری ہے۔

رسالہ:القاری　　　مرتب:حبیب الرحمٰن

ضخامت:32 صفحات　　ملنے کا پتہ: جامعہ صدیقیہ۔توحید پارک،گلشن راوی۔لاہور

آج کل دنیا میں ہر موضوع پر کتابیں میں موجود ہیں۔سائنس،ٹیکنالوجی،دنیاوی علوم وفنون،تعلیم،کھیل پر رسائل و جرائد کی بھرمار ہے۔الحمدللہ قرآن وحدیث فقہ پر بھی بے شمار اصحاب خیر نے قلم اٹھایا ہے۔مگر تجوید وقرأت کے حوالے سے مرتب کی یہ کوشش قابلِ داد ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ’’القاری‘‘ کو تواتر کے ساتھ شائع کیا جائے گا جس میں علم تجوید وقرأت کے بارے میں مفید معلومات،مضامین شائع کئے جاتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ اس ارادے میں اُن کا حامی وناصر ہو۔(آمین)

مقالہ:’’علماء دیوبند اور مطالعۂ مسیحیت‘‘　　　مقالہ نگار:سفیر اختر

ضخامت:40 صفحات　　قیمت:50 روپے　ناشر:دار المعارف،لوہسر شرفو(واہ کینٹ)

’’در فیض واہے،آئے جس کا جی چاہے　　　نہ آئے،آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

معاذ اللہ!فرزند خدا کہتے ہیں عیسیٰ کو　　　تو دادا کون ہے اُس کا؟بتائے جس کا جی چاہے

علماء دیوبند کی طرف سے مطالعۂ مسیحیت کے عنوان پر جو تحریری سلسلہ شروع کیا گیا اور پھر مسلسل اُن کی طرف سے،عیسائی پادریوں کا تعاقب کیا گیا۔مناظرہ،تقریر اور تحریر ہر میدان میں دیوبند مکتبِ فکر کے علماء نے جس طرح فتنۂ عیسائیت کی بیخ کنی کی،مقالہ نگار نے پوری شرح وبسط کے ساتھ اس کا احاطہ کیا ہے۔گویا کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔مولانا آل حسن موہانی،مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور ڈاکٹر وزیر خان نے برصغیر میں مطالعۂ مسیحیت کی جو روایت قائم کی،علماء دیوبند نے اسے بڑے زور شور سے جاری رکھا۔بڑی تعداد میں مضامین لکھے۔مقالہ زیر بحث میں،اسی موضوع کا احاطہ کیا گیا ہے۔دورنگا ٹائٹل،آرٹ کارڈ اور کاغذ دبیز سفید استعمال کیا گیا ہے۔

جریدہ:ماہنامہ’’الاسلام‘‘ کراچی　　مدیر:مشتاق احمد قریشی

قیمت:15 روپے　　　رابطہ دفتر:احمد چیمبر ڈاکٹر بلمور یا سٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ۔کراچی

80 صفحات پر مشتمل یہ پرچہ،معیاری طباعت اور اچھے کاغذ پر،خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔پرچے کی ترتیب سے ہی بڑی نفاست اور محنت ٹپکتی ہے۔دوسرے دینی،علمی،اصلاحی مضامین کے ساتھ ساتھ اس میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا مضمون’’صدا یہ آرہی ہے آسمان سے‘‘ قابل ذکر ہے جو واقعی قرآنی جواہر پاروں سے مزّین ہوتا ہے۔اس میں دوسرا قابل ذکر سلسلہ’’ہمارے دینی رسالے اور مجلّے‘‘ ہے۔جسے رسالے کے مدیر جناب مشتاق احمد قریشی خود ترتیب دیتے ہیں۔بہت ہی قابل تحسین سلسلہ ہے کہ عام قارئین میں دینی رسائل وجرائد کی تشہیر وتعارف کا باعث ہے۔جریدے کی قیمت 15 روپے جبکہ زرتعاون سالانہ 150 روپے بے حد مناسب ہے۔

(تبصرہ:ابوالادیب)

ادارہ

اخبار الاحرار

حکمرانوں نے امریکہ کے آگے سرنگوں ہو کر ملکی وقار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے

امریکہ میں مقیم اعجاز احمد قادیانی' پاکستان کے خلاف سازشوں میں سرگرم ہے

(قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

تلہ گنگ (محمد عمر فاروق۔13 /دسمبر 2003ء) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے کہا ہے کہ جوہری سائنسدانوں کی گرفتاری سے حکمرانوں نے ملکی سلامتی کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے 12 /دسمبر کو مسجد ابوبکر صدیق تلہ گنگ میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سائنسدانوں کی گرفتاری معمول کی کارروائی نہیں بلکہ امریکی دباؤ کا شاخسانہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو امریکہ کی کالونی بنانے میں امریکہ میں مقیم سکہ بند قادیانی اعجاز احمد کی قیادت میں مخصوص لابی سرگرم ہے۔ جس کا مقصد پاکستان کی خودمختاری کو سلب کر کے امریکی سامراج کی بالادستی قائم کرنا ہے۔ جس کے لیے زیر زمین منصوبوں پر کام جاری ہے۔ سید عطاالمہیمن بخاری نے کہا کہ ہمارے حکمرانوں نے ذاتی مفاد کے لیے امریکہ کے آگے سرنگوں ہو کر ملکی وقار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ ایک طرف بھارت کے ساتھ پینگیں بڑھائی جارہی ہیں جبکہ دوسری طرف ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ بلند کر کے عالم اسلام سے تعلقات بگاڑ لیے گئے ہیں۔ جس کے منفی اثرات آسانی سے ختم نہیں کئے جاسکیں گے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے مجلس عمل کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات کو ملک و قوم کے لیے عظیم نقصان قرار دیا اور اُن کی تحفظ ختم نبوت کے لیے خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ 13 /دسمبر کو تلہ گنگ کے قصبہ لاوہ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے مرکزی جامع مسجد شہید میں بعد از نماز مغرب درس قرآن مجید دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ملک میں حکومتِ الٰہیہ کا قیام چاہتے ہیں۔ انسانیت کی دینی اور دنیوی فلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم جیسی عظیم اور مقدس کتاب دے کر دنیا میں قرآنی نظام کے نفاذ کے لیے بھیجا اور اس قرآنی نظام کے ثمرات و برکات کی اوّلین زندہ مثال خلافت راشدہ کے زریں دور میں ملتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآنی نظام کے مقابلے میں باقی تمام نظام کفریہ نظام ہیں۔ جن کی بنیاد اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بغاوت پر قائم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت ملت اسلامیہ اگر قرآنی نظام کو اپنی زندگی پر نافذ کرلے تو تمام کفریہ نظام اور طاغوتی قوتیں مٹ سکتی ہیں۔ حضرت پیر جی مدظلہ کے اس دورے کے داعی محترم مولانا مفتی شیر خان اور جناب ڈاکٹر شاہ نواز اعوان تھے۔

احبابِ تلہ گنگ کی خوش نصیبی ہے کہ قائدِ احرار حضرت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے اس مرتبہ نمازِ عید الفطر مرکزِ احرار جامع مسجد ابوبکر صدیق تلہ گنگ میں پڑھائی۔ اور عید اہل تلہ گنگ کے ساتھ منائی۔ حضرت پیر جی مدظلہ نے اجتماعِ عید سے خطاب بھی کیا۔ مرکزی دفتر احرار نے اطلاع دی ہے کہ پیر جی مدظلہ، جناب سید محمد کفیل بخاری اور مولانا محمد مغیرہ میں سے کوئی بھی رہنما ہر ماہ تلہ گنگ تشریف لائیں گے اور جامع مسجد ابوبکر صدیق میں اجتماع جمعہ سے خطاب کریں گے۔

رپورٹ: عبدالباسط
(گلاسگو، برطانیہ)

جنابِ عبداللطیف خالد چیمہ (مرکزی سیکرٹری اطلاعات مجلس احرار اسلام پاکستان) کا دورۂ برطانیہ

گلاسگو (28؍اکتوبر 2003ء) دینی مدارس میں سرکاری اساتذہ کی تعیناتی کے خلاف مزاحمت کے اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے مجلسِ احرارِ اسلام برطانیہ نے پاکستان میں سرکاری امداد وصول کرنے والے مدارس کی رکنیت منسوخ کرنے کے فیصلے پر وفاق المدارس اور مدارس ایکشن کمیٹی کی مکمل تائید و حمایت کا اعلان کیا ہے، مجلسِ احرارِ اسلام برطانیہ کے صدر شیخ عبدالواحد اور سیکرٹری جنرل عرفان اشرف چیمہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ سرکاری و حکومتی امداد کا مقصد دینی مدارس کی آزادی و خود مختاری کو ختم کر کے نظام و نصابِ تعلیم کو اپنی مرضی کے قالب میں ڈھالنے کے سوا کچھ نہیں اور یہ سب کچھ امریکی عزائم کی تکمیل کے لئے کیا جا رہا ہے۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ دینی مدارس کے لئے سرکاری امداد تیزاب کی حیثیت رکھتی ہے، تمام مکاتبِ فکر کے قائدین کو چاہیے کہ مل کر سرکاری امداد کو یکسر مسترد کرنے کا اعلان کر کے حکومتی سازشوں کے سامنے مشترکہ بند باندھیں۔

☆☆☆

ڈیوز بری، برطانیہ (3؍نومبر 2003ء) جمعیت علماء اسلام برطانیہ کے نائب امیر مولانا عبدالرّشید ربانی نے کہا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی فتنے کے خلاف مجلسِ احرارِ اسلام کی شاندار خدمات امتِ مسلمہ کا قابلِ قدر اور تاریخی اثاثہ ہے۔ اکابرِ احرار حکمت و تدبر و جرأت و استقامت کے ساتھ فتنۂ ارتداد کا تعاقب نہ کرتے تو مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ بھی محفوظ نہ رہتا، وہ اپنی رہائش گاہ پر پاکستان سے آئے ہوئے مجلسِ احرارِ اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ سے ملاقات کے موقع پر اظہارِ خیال کر رہے تھے۔ مجلس احرارِ اسلام برطانیہ کے صدر شیخ عبدالواحد اور حاجی محمد رفیق بھی اس موقع پر موجود تھے، مولانا عبدالرّشید ربانی نے کہا کہ تمام مشکلات کا حل اور ہماری نجات کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنی تمام توانائیاں اللہ کے دین کے نفاذ کی عملی جدوجہد کے لیے وقف کر دیں اور طاغوت کے خلاف متحد ہو جائیں۔ علاوہ ازیں عبداللطیف خالد چیمہ اور شیخ عبدالواحد نے راچڈیل میں جمعیت علماء برطانیہ کے سیکرٹری اطلاعات حافظ محمد اکرم اور سینئر مولانا ہدایت اللہ شاہ سے بھی ملاقات کی اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلۂ خیال کیا۔ مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں نے ہڈرزفیلڈ اور آسٹن انڈر لائن کا بھی دورہ کیا۔

☆☆☆

گلاسگو (4؍نومبر 2003ء) مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے امریکی وزیرِ دفاع پال ولفووٹز کے اس بیان پر کہ ’’دینی مدرسے نفرت اور دہشت گردی کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور لاکھوں مسلمان بچوں کو انتہا پسندی کی تعلیم دیتے ہیں‘‘ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام امن و آشتی اور سلامتی کا مذہب ہے اور دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں جہاں دہشت گرد نہیں بلکہ ایسی نرسری تیار ہوتی ہے جو مرعوبیت کی بجائے آزادی اور خودداری کے ساتھ جینا چاہتی ہے۔ کسی پر ظلم و ناانصافی قرآنی و آسمانی تعلیمات کی نفی ہے۔ انہوں نے کہا کہ طاقت اور پراپیگنڈے کے زور پر موہوم خیالات کو اسلام کی تشریحات کے طور پر پیش کرنے کا امریکہ و یورپ کو کوئی حق حاصل نہیں۔ خالد چیمہ نے کہا کہ اسلام اور مسلم دشمنی میں انتہا پسندی کی شکار عالمی کفریہ طاقتیں مظلوم اقوام کے ساتھ جو کچھ کر رہی ہیں در اصل

یہ دہشت گردی ہی نہیں بلکہ انسان دشمنی بھی ہے۔انہوں نے کہا کہ مسلم اقوام کوموجودہ عالمی صورتحال کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لے کر اپنا ایجنڈا خود طے کرنا چاہیے۔انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں تو چیونٹی کو مارنا بھی ممنوع ہے ہم دہشت گرد نہیں ہم کو مارنے والے دہشت گرد ہیں۔

☆☆☆

گلاسگو(6رنومبر 2003ء)احرار ختمِ نبوت مشن برطانیہ کے صدر شیخ عبدالواحد نے کہا ہے کہ دنیا کے کسی مذہب وقانون میں اس کی اجازت نہیں کہ دوسرے کے عقیدے اور فکر ونظر کو جعل سازی، دھوکہ دہی اور فراڈ کے ساتھ اپنے نام کے ساتھ منسوب کیا جائے، جب یہ مغالطہ دیا جائے گا تو اس کا رَدِّعمل پیدا ہونا بھی فطری امر ہے، وہ قادیانی جماعت کے پریس سیکرٹری رشید احمد چودھری کے اس احتجاجی بیان پر تبصرہ کر رہے تھے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ احمد نگر (ربوہ) چناب نگر سے ملحقہ آبادی نور پور میں قادیانی عبادت گاہ کو از سرِ نو تعمیر کرنے کے مسئلہ پر لوگوں کے احتجاج کے بعد ہوم سیکرٹری پنجاب کے حکم پر سیل کر دیا گیا ہے، شیخ عبدالواحد نے کہا کہ اسلاماً اور قانوناً لاہوری وقادیانی مرزائی دائرہِ اسلام سے خارج ہیں اور کسی غیر مسلم اقلیت کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ اپنے کفر کو اسلام کے نام پر پیش کرے، انہوں نے کہا کہ جب تک قادیانی اپنی متعیّنہ اسلامی وقانونی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے اس وقت تک کشیدگی کی یہ فضا ختم نہیں ہو سکتی، انہوں نے اقوامِ متحدہ سمیت عالمی اداروں سے اپیل کی کہ وہ قادیانیوں کو اسلام کا ٹائیٹل استعمال کرنے سے روکیں۔

☆☆☆

لندن(8رنومبر 2003ء)انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ کے سیکرٹری جنرل مولانا منظور احمد چنیوٹی نے کہا ہے کہ ختمِ نبوّت کا مشن دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہا ہے جرمنی سمیت متعدد ممالک سے اہم قادیانیوں کے قبولِ اسلام کی مزید اچھی خبریں ملنے والی ہیں وہ ایسٹ ہیم لندن میں احرار ختمِ نبوت مشن برطانیہ کے سیکرٹری جنرل عرفان اشرف چیمہ کی طرف سے اپنے اعزاز میں منعقدہ تقریب سے خطاب کر رہے تھے۔مجلسِ احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ اور خوشنود احمد نے بھی خطاب کیا۔مولانا منظور احمد چنیوٹی نے کہا کہ ہمارا قادیانیوں سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں بلکہ ہم جعلی نبوت کے پیروکاروں کی جعل سازیوں کو پوری دنیا میں سامنے لائے ہیں اور یہ ہماری ذمہ داری بھی ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم تو قادیانیوں کے ہمدرد ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مجدّد، مہدی، مسیح موعود اور نبی جیسی مقدس اصطلاحات کا غلط استعمال نہ کریں اور خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو جائیں اور اپنی آخرت سنوار لیں۔عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ انکارِ ختمِ نبوت پر مبنی فتنوں نے امت کو تقسیم کرنے اور مسلمانوں سے جذبۂ جہاد ختم کرنے کے لیے طویل دورانیے والی خطرناک سازشوں کو جنم دیا۔انہوں نے برطانیہ کے دینی اداروں اور مسلم رہنماؤں سے پرزور اپیل کی کہ وہ اپنے مستقبل کو محفوظ بنانے کے لیے نوجوان نسل کی دینی واخلاقی اور معاشرتی تربیت کا خصوصی اہتمام کریں۔

☆☆☆

لندن(14رنومبر 2003ء)تحریکِ تحفظ ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبدالطیف خالد چیمہ نے ختم نبوت اکیڈمی فاریسٹ گیٹ لندن میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ امت کے تمام طبقات متفقہ طور پر قادیانیوں کو اسلام پر شب خون مارنے سے روکیں۔انہوں نے کہا کہ فتنۂ ارتداد سے ملتِ اسلامیہ کو بچانے کے لیے خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکرِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بارہ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مقدس خون کی قربانی دی اور عقیدۂ ختم نبوت کی آبیاری کی جبکہ ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں مجلس احرارِ اسلام کے پلیٹ فارم سے دس ہزار فدایانِ ختم نبوت نے خون کا نذرانہ پیش کر کے پاکستان کو قادیانی سٹیٹ بننے سے محفوظ کیا۔

انہوں نے کہا کہ عالمِ اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں میں کراچی سمیت متعدد مقامات پر قادیانی مراکز مخبری کے فرائض انجام دے کر عالمی کفریہ طاقتوں سے حق الخدمت وصول کر رہے ہیں۔انہوں نے برطانوی مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنا مستقبل محفوظ بنانے کے لیے اپنی نسلوں کو دینی واخلاقی تعلیم سے آراستہ کریں اور یہاں کے قوانین کوملحوظ رکھتے ہوئے اپنا لائحہ عمل مرتب کریں۔علاوہ ازیں ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا محمد عیسیٰ منصوری نے خالد چیمہ کے اعزاز میں افطار تقریب کا اہتمام کیا' جس میں مولانا منصوری ،قاری محمد عمران خان جہانگیری اور خالد چیمہ نے خطاب کیا۔لندن میں مختلف تقاریب سے خطاب کرتے ہوئے خالد چیمہ نے کہا کہ ہماری نو جوان نسل کو عالمی چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے دینی فکر ونظر کی روشنی میں تعلیم اور میڈیا کے میدان میں دسترس حاصل کرنی چاہیے۔ بعدازاں 15 رنومبر کو خالد چیمہ لندن سے پاکستان روانہ ہوگئے۔

☆☆☆

لندن (28 رنومبر 2003) ختم نبوت اکیڈمی لندن کے جاری کردہ ایک اعلامیہ کے مطابق اٹلی کے شہر بلونیا میں مقیم چک سکندر ،کھاریاں پاکستان سے تعلق رکھنے والے 14 افراد پر مشتمل ایک کنبہ نے عیدالفطر کے مبارک ایّام میں قادیانیّت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔اسی خاندان سے تعلّق رکھنے والے 34 افراد بھی گذشتہ تیرہ سال میں وقفہ وقفہ سے قادیانیّت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرتے رہے۔اب اس خاندان میں چند قادیانی باقی رہ گئے ہیں جو کہ یورپ میں مقیم ہیں۔لنکا شائر، انگلینڈ میں مقیم اس خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک مسلمان اعجاز احمد نے 14 افراد کے قادیانیّت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرنے کی خبر ختمِ نبوّت اکیڈمی کے ڈائریکٹر مولانا عبد الرّحمان باوا کو دیتے ہوئے اس توقّع کا اظہار کیا ہے کہ قادیانی جماعت سے وابستہ مذکورہ افراد بھی اسلام قبول کرلیں گے بشرطیکہ ان کی قسمت میں ہدایت ہو۔اعجاز احمد نے دنیا بھر کے مسلمانوں سے ان کی ہدایت کیلئے دعا کرنے کی اپیل کی ہے۔رحمت خان ،منظور بیگم، فتح خان، شمیم بیگم ،مزمّل ،اُویس ،حُمیر ہ ،ثُمیر ہ ،محمد خان ،غزالہ ،جمیل ،حسیب اور ایک نابالغ بچہ پر مشتمل یہ کنبہ اگر چہ امسالِ رمضان سے قبل ہی مسلمان ہو گیا تھا لیکن انہوں نے عیدالفطر کے موقع پر اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ چک سکندر کھاریاں کا علاقہ وہ علاقہ ہے جہاں گذشتہ تقریباً ڈھائی ماہ قبل مولانا امیر حسین اور ان کے بیٹے کو اس لیے شہید کیا گیا تھا کہ وہ لوگ ،جرمنی میں مقیم شیخ راحیل اور دیگر افراد کے قادیانیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کرنے کی خوشی میں ایک جشن کا اہتمام کیا تھا اور اس قتل کے الزام میں 10 قادیانیوں اور 2 نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔ عالمی مبلغ ختمِ نبوت مولانا عبدالرحمٰن باوا نے قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرنے والے خاندان کومبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں نے جس جرأت وہمت کا مظاہرہ کیا وہ لائق تحسین ہے۔انہوں نے کہا جرمنی میں شیخ راحیل کے بعد اسلام قبول کرنے کا یہ دوسرا بڑا اہم واقعہ ہے۔انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس پورے خاندان کو استقامت عطا فرمائے اور انہوں نے تمام قادیانیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی جلد از جلد قادیانیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کریں۔

مجلس احرارِ اسلام پاکستان اور تحریکِ تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں سیّد عطاء المہیمن بخاری ،چودھری ثناء اللہ بھٹہ ،پروفیسر خالد شبّیر احمد ،سیّد محمد کفیل بخاری ،مولانا محمد مغیرہ ،عبداللطیف خالد چیمہ اور میاں محمد اویس نے اٹلی کے شہر بلونیا میں 14 افراد کے قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرنے کے واقعے کو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور ختم نبوت کا اعجاز قرار دیا ہے،ایک بیان میں احرار رہنماؤں نے کہا ہے کہ دنیا بھر میں قادیانیوں کے دجل وفریب سے پردہ اٹھ رہا ہے جسکے نتیجے میں مرزا قادیانی کا کفر وزندقہ عیاں ہوتا چلا جا رہا ہے اور قادیانی گروہ کے اہم افراد حقیقت آشکارا ہونے پر دامنِ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وابستہ ہو رہے ہیں احرار رہنماؤں نے تمام قادیانیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے قادیانی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو اسلام اور قادیانیت کا بنیادی فرق خود بخود عیاں ہو جائے گا۔

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
(ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کے نام کھلا خط

اونچی کھرولیاں گاؤں کا نام قادیانی ڈاکٹر اسلم کے نام پر منسوب کرنا قابل افسوس ہے

ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے قریب اونچی کھرولیاں ایک گاؤں ہے۔اس کے ساتھ ملحقہ چار اور آبادیاں ہیں۔چار ہزار کے قریب وہاں مسلمان آباد ہیں۔اس میں صرف چھ گھر قادیانیوں کے ہیں۔ان میں ایک اسلم نامی قادیانی کا بیٹا ڈاکٹر مبشر نامی وہاں آئی ہسپتال بنانا چاہتا ہے۔جس سے علاج کے نام پر قادیانی لابی کھربوں روپے کے مالک ومختار ہوگی۔پنجاب کے وزیراعلیٰ جناب پرویز الٰہی صاحب نے وہاں کا دورہ کیا۔گاؤں کو ماڈل ویلج قرار دیا۔گیس کی فراہمی اور دیگر اقدامات کا اعلان کیا گیا۔جس کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔لیکن افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس گاؤں کا نام تبدیل کرکے قادیانی اسلم کے نام پر ''اسلم پور'' رکھ دیا گیا۔یہ اقدام غیر منصفانہ اور قادیانیت نوازی کی سنگین مثال ہے۔کیا جناب چودھری پرویز الٰہی صاحب وزیراعلیٰ پنجاب توجہ فرمائیں گے کہ:

الف......اس ہسپتال کے نام پر مسلمانوں کو مرتد یعنی قادیانی بنانے کے لیے قادیانی کیا گل کھلائیں گے؟

ب......قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔آئین پاکستان سے غداری کرکے اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے پر مصر ہیں۔آئین پاکستان کی باغی جماعت کو قانون کا پابند بنانے کی بجائے ان مراعات سے نوازنے کا کوئی جواز ہے؟

ج......سابقہ دورِ حکومت میں مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ پر ربوہ کا نام چناب نگر رکھا گیا۔اس اقدام سے قرآن مجید کی تحریف کے قادیانی راستہ کو بند کیا گیا۔اہل اسلام نے اس کا خیر مقدم کیا۔اس سے قادیانی اقلیت کی ارتدادی تحریف پر اوس پڑ گئی۔اب قادیانی اسلم کے نام پر مسلمان گاؤں کا نام رکھ کر قادیانیوں کو خوش کرنے کا موقع تو فراہم نہیں کیا گیا؟

د......ڈنگہ ضلع گجرات میں 1974ء میں قادیانیوں نے فائرنگ کرکے مسلمانوں کو شہید کیا۔چودھری ظہور الٰہی مرحوم نے مسلمان مقتولین کے ورثاء کو اپنی جیب سے تاحیات وظیفہ جاری کیا۔جناب چودھری پرویز الٰہی کے اس اقدام سے قادیانیوں نے چودھری ظہور الٰہی مرحوم کی روح سے انتقام تو نہیں لے لیا؟

بڑے ہی درد اور اخلاص سے جناب چودھری پرویز الٰہی صاحب سے استدعا ہے کہ:

1......گاؤں اونچی کھرولیاں کے نام کو اگر تبدیل کرنا ضروری ہے تو اس کا نام کسی مسلمان شخصیت کے نام پر رکھیں۔جیسے ''ظہور الٰہی نگر'' یا جو مناسب سمجھیں۔

2......قادیانیوں کے ملکیتی ذاتی ہسپتال کو سرکاری مراعات سے نواز کر اسلامی سٹیٹ کو ارتدادی مہم کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔

ساغر اقبالی

آخری صفحہ

◄◄ اکبرالہ آبادی ابھی پندرہ سال ہی کے تھے کہ اُن کی شادی ہوگئی۔ اُن کی بیوی عمر میں اُن سے چار برس بڑی تھی۔ مزاج کی ناموافقت کے باعث اکثر میاں بیوی میں ان بن رہنے لگی جب نباہ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو علیحدگی اختیار کرلی۔ یہ شعر انہوں نے اپنی اس حالت کے متعلق ہی لکھا ہے ؎

اکبر دبے نہیں کسی سلطاں کی فوج سے
لیکن شہید ہوگئے بیوی کی نوج سے

◄◄ ایک دفعہ اکبرالہ آبادی فرمانے لگے کہ آج کل کے نوجوان بے ادب اور فضول خرچ ہوگئے ہیں اور پھر یہ شعر سنایا ؎

ہم ایسی سب کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

◄◄ یہ 1952ء کا واقعہ ہے میں چٹان میں آغا شورش کاشمیری کے ساتھ کام کرتا تھا اُس زمانے میں تانگہ ہی عام سواری تھی آغا صاحب کے ساتھ اکثر جانے کا اتفاق ہوا کرتا تھا وہ کوچوان کے ساتھ آگے بیٹھتے اور مَیں پچھلی سیٹ پر۔ ایک دن کہنے لگے؛

''مولانا! آپ کی سعادت مندی اور انکساری مجھے بہت پسند ہے آپ نے کبھی تانگے میں آگے بیٹھنے کی کوشش نہیں کی یہ عزت مجھ کو ہی دیتے ہیں''

میں نے کہا ''شورش صاحب! اگر ناراض نہ ہوں تو اصل بات بتا دوں''۔ بولے ''ہاں! کہیۓ''

میں نے کہا ''دراصل ہمارے یوپی، دہلی میں معززین پچھلی سیٹ پر بیٹھتے تھے۔ کوچوان کے برابر ملازم لڑکے بالے بیٹھا کرتے تھے۔ میں آج تک یوپی کے حساب سے تانگے میں بیٹھتا رہا ہوں''۔ یہ سُن کر وہ ایک لمحے کے لئے سناٹے میں آگئے پھر زور سے قہقہہ مار کر ہنسے اور بولے: ''مولانا! آپ کی صاف گوئی کی داد دیتا ہوں مگر یہ بات کسی اور کو نہ بتانا۔ آپ یوپی کے حساب سے بیٹھتے رہیے۔ میں لاہور کے حساب سے بیٹھتا رہوں گا دونوں خوش رہیں گے۔''

(علی سفیان آفاقی کے خط سے اقتباس)

◄◄ اکبر کے کوئی عزیز بائیسکل سے گر پڑے اور ایک ہفتہ تک چلنے پھرنے سے معذور رہے۔ اکبر نے افسوس کرتے ہوئے کہا ''برا ہوا' ابھی مجھے خواہ کوئی قدامت پسند کہے یا قدامت پرست' مجھے تو عہدِ حاضر کی اچھی سے اچھی ایجاد میں بھی مضرت کے پہلو نظر آتے ہیں خواہ وہ موٹر ہو' ہوائی جہاز ہو' یا بائیسکل ہو۔ اب بائیسکل کو دیکھیۓ۔ مجسم روگ ہے مرض بائی (Bi) سے شروع ہوتا ہے پھر سک (Sick) ہوتا ہے' پھر اِل (ill) ہوتا ہے یوں لفظ بائی سک اِل (Bicycle) بنتا ہے۔

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلُو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچّوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری ۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مَدینۃُ الحِکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ
28 نومبر 1961ء

الحمدللہ

بانی ابن امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ ملتان

کی توسیع کیلئے مدرسہ سے ملحق مکان 26 لاکھ روپے میں خرید لیا گیا ہے۔ معاہدہ کے مطابق نصف رقم 13 لاکھ روپے ادا کر دیئے گئے ہیں۔ باقی 13 لاکھ روپے جنوری میں بہرصورت ادا کرنے ہیں۔ اہل خیر احباب و متعلقین فوری توجہ فرمائیں اور اس کارِ خیر کی تکمیل میں بھرپور تعاون فرمائیں۔

بذریعہ بینک، چیک یا ڈرافٹ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

* الحمدللہ درجہ حفظ و ناظرہ تعلیم قرآن کریم، درجہ کتب درس نظامی اور شعبہ پرائمری میں اس وقت 150 طلباء زیرِ تعلیم ہیں * 7 اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں * 50 طلباء مدرسہ میں رہائش پذیر ہیں * طالبات کیلئے جامعہ بستان عائشہ قائم ہے جس میں حفظ قرآن کریم اور دورہ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے * مدرسہ معمورہ، مجلس احرار اسلام کے شعبہ تعلیم "وفاق المدارس الاحرار" سے ملحق ہے * ملک کے مختلف شہروں میں 36 دینی مدارس وفاق المدارس الاحرار کے زیرِ انتظام چل رہے ہیں۔ * 15 مدارس کے اخراجات وفاق کے ذمہ ہیں * مدرسہ معمورہ اور جامعہ بستان عائشہ کا وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے بھی الحاق ہے اور اسی کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جا رہی ہے۔

الداعی الی الخیر ابن امیرِ شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مہتمم مدرسہ معمورہ
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎ 061-511961

MADRASAH MAMURAH
Dar-e-Bani Hashim Mehrban Colony, Multan-Pakistan. Tel # 061-511961, 0300-6326621
Current Account # 3017-2 U.B.L. Kutchery Road, Multan.